ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبدا من النار من یوم عرفۃ، (رواہ مسلم)

ترجمہ! حضرت عائشہ رض سے روایت ہے بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن خدا تعالےٰ بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ او حجۃ معی (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا یہ فرمایا کہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (بخاری ومسلم)

وعنہ ان امرأۃ قالت: یا رسول اللہ ان فریضۃ اللہ علی عبادہ فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیرا لا یثبت علی الراحلۃ افاحج عنہ؟ قال: نعم" متفق علیہ

ترجمہ! حضرت ابن عباس رض بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ، حق تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج ہے اور میرے باپ پر بڑھاپے کی حالت میں لازم ہوا ہے اور وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا سو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں، آپ نے فرمایا ہاں، (بخاری ومسلم)

عن لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ان ابی شیخ کبیر لا یستطیع الحج، ولا العمرۃ ولا الظعن قال: حج عن ابیک واعتمر"، رواہ ابو داؤد، والترمذی وقال حدیث حسن صحیح

ترجمہ! حضرت لقیط بن عامر رض سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور حج اور عمرہ کی ان میں بالکل طاقت نہیں اور نہ اس کے سفر کرنے کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ ابو داؤد ترمذی، اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے

عن بن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی رکبا بالروحاء فقال من القوم؟ قالوا: المسلمون قالوا من انت قال" رسول اللہ فرفعت امرأۃ صبیا فقالت: الھذا حج" قال نعم ولک اجر" (رواہ مسلم)

ترجمہ! حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ مقام روحاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کچھ سواروں سے ہوئی حضور نے ارشاد فرمایا کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا مسلمان، پھر انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں حضورؐ نے فرمایا اللہ کا رسول یہ سنکر ایک عورت نے ایک بچے کو اٹھا کر (آپ کے سامنے) پیش کیا اور عرض کیا کہ اس کا بھی حج ہو جائے گا فرمایا ہاں مگر ثواب تم کو ملے گا۔ (مسلم)

عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ قال حج بی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع وانا ابن سبع سنین۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ! حضرت سائب بن یزید رض سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ حج کیا گیا، مجھ کو ساتھ لے کر حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور میں اس وقت سات سال کا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاری رح نے روایت کیا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج علی رحل وکانت زاملتہ (رواہ البخاری)

ترجمہ! حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور وہی آپ کے توشہ رکھنے کے لئے تھا (اس کے لئے کوئی علیحدہ سواری نہ تھی (بخاری)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: کانت عکاظ، ومجنۃ وذو المجاز اسواقا فی الجاھلیۃ فتاثموا ان یتجروا فی المواسم فنزلت لیس علیکم جناح" ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج، (رواہ البخاری)

ترجمہ! حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ عکاظ اور مجنہ اور ذو المجاز جاہلیت کے زمانہ میں تجارتی منڈیاں تھیں (جب اسلام کا دور آیا تو لوگوں نے ان بازاروں میں موسم حج میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے، کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل (رزق حلال) تلاش کرو حج میں (بخاری)

ہر ایک کام بسم اللہ سے شروع کرو

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو ابتر (ابو داؤد)

ارشاد! جو کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ (ابو داؤد) (1) بڑا کام

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
فون
۶۷۵۴۵



سالانہ چندہ
۱۱ روپے
ششماہی چندہ
۶ روپے

جلد ۹ | ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۶۴ء بمطابق ۵ ذی قعدہ سنہ ۸۳ھ | شمارہ ۴۳

امریکہ اور مسئلۂ کشمیر

چند روز ہوئے امریکی وزیر خارجہ ڈین رسک نے پریس کانفرنس میں یہ بیان دیا تھا کہ امریکہ کو مسئلہ کشمیر کے حل سے اس لئے خاص دلچسپی ہے کہ جب تک ہند اور پاکستان میں تعاون نہ ہوگا ایشیا کا برّاعظم خوش حال نہیں ہوسکتا اگر یہ دونوں ملک نزدیکی تعاون حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے تو انہیں امریکہ کی امداد کوئی فائدہ نہ پہنچاسکے گی

ہمارے نزدیک یہ بیان ہند اور پاکستان کے مستقبل کے لحاظ سے نہایت ہی اہم اور دُور رس نتائج کا حامل ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ کو اس بات کا احساس ہوگیا ہے کہ بھارت کی امداد اس وقت تک سود مند نہیں ہوسکتی جب تک کہ اسے پاکستان کا تعاون حاصل نہ ہو۔ صدر ایوب بھی بار بار اپنے بیانات میں اس حقیقت کا اعلان کر چکے ہیں کہ اگر ہندوستان یہ سمجھتا ہے کہ وہ امریکی فوجی امداد کے بل بوتے پر ترقی کی منازل طے کر جائے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ بھارت پاکستان کی مخالفت مول لے کر اور اس سے کشیدگی قائم رکھ کر نہ فوجی طور پر مضبوط ہوسکتا ہے اور نہ اقتصادی طور پہ ترقی کرسکتا ہے۔ انہوں نے پچھلے دنوں یہ حقیقت واشگاف الفاظ میں بیان کردی تھی کہ بھارت کا ایک چھوٹے سے خطۂ زمین کے لئے غیر منصفانہ رویّہ اختیار کرنا اور اپنے لئے اندرونی و بیرونی مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرلینا نہ اس کی ہوشمندی کی دلیل ہے اور نہ ہی اس کی "بنیا پن" کی ذہنیت کے مطابق ہے۔

اب امریکہ نے بھی دبی زبان سے بالواسطہ اس بیان کی تائید کردی ہے اور جس بات کا ہندوستان کو اب تک احساس نہیں ہوا امریکہ کو اس کا شدید احساس ہوگیا ہے۔ وہ پاکستان کے چین سے بڑھتے ہوئے تعلقات کو دیکھ کر اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہوگیا ہے کہ پاکستان کے تعاون کے بغیر ایشیا میں اس کی ناؤ کنارے نہیں لگ سکتی اور نہ ہی بھارت و پاکستان کے درمیان دشمنی خود ان دونوں ممالک کے حق میں مفید ہوسکتی ہے۔ اسے اب یہ یقین ہوچکا ہے کہ ان دونوں ممالک کا تعاون ہی ان کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ لیکن اس کے برعکس بھارت بدقسمتی سے اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے اور وہ جذبات کی رَو میں اس حد تک بہہ چکا ہے کہ اس کی ہوشمندی، دور اندیشی اور حقیقت پسندی کی تمامتر صلاحیتیں سلب ہوگئی ہیں اور اس کا سیاسی نظریہ محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ تاہم جہاں تک اصولی رنگ کا تعلق ہے بھارت کو بھی اس بات کا اعتراف ضرور ہے کہ اگر پاکستان سے اس کا اختلاف و نزاع باقی رہا تو وہ اپنی جگہ مضبوط نہیں ہوسکتا اور اس کی مشکلات کبھی حل نہ ہوں گی اور اس کو اطمینان... کا سانس لینا کبھی نصیب نہ ہوگا اور اس صورت میں بھارت کا بجٹ بجائے ترقیاتی کاموں کے دفاع پر ہی خرچ ہوتا رہے گا۔ کاش وہ اس نقطۂ نگاہ پر حقیقت پسندانہ انداز میں غور کرسکتا کہ یہ دونوں ہمسایہ ملک تباہی و بربادی کی راہ سے ہٹ کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوجائیں

پاکستان کا سیدھا سادھا مطالبہ ہے، وہ یہ نہیں چاہتا کہ کشمیر۔ کشمیری عوام کی خواہشات اور مرضی کے خلاف پاکستان کے قبضہ میں دے دیا جائے وہ صرف یہی مطالبہ کرتا ہے کہ کشمیر کشمیریوں کا ہے، انہیں حق خود اختیاری حاصل ہے اور مسئلہ کشمیر کا فیصلہ طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ رائے شماری کے مطابق ہونا چاہیئے وہ چاہیں تو پاکستان کی آغوش میں آگریں اور چاہیں تو بھارت کے حق میں اپنی رائے کا استعمال کریں۔ انہیں کوئی روکنے والا نہ ہو —

لیکن بالفرض محال اگر بھارت نے انصاف اور حقیقت پسندی کے تمام تقاضوں کو ٹھکرا دیا تو پھر پاکستان کے لئے بھی آخری چارۂ کار یہی ہوگا کہ وہ یہ نعرہ لگاتا ہوا میدان میں کود پڑے جو آزاد منش انسانوں اور آزادی کے پروانوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے ؎

دنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے!
یا تختہ جگہ آزادی کی یا تخت مقام آزادی کا!

ظاہر ہے کہ یہ انتہائی قدم ہوگا اور اس سے دونوں ملک تباہ و برباد ہو جائیں گے لیکن اگر سیدھی انگلی گھی نہ نکلے تو اپنا حق طلب کرنے ..... اور مظلوموں کی حمایت کے لئے میدان میں اُترنا بھی جہاد ہے اور مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے اور ہنسی خوشی جام شہادت نوش کرجائے یا دشمن کو کیفر کردار تک پہنچادے

غرض پاکستان کا موقف صاف، کھلا ہوا، حقیقت پسندانہ اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے اور کوئی بھی ذی شعور اور انصاف پسند اس کی مخالفت کر کے عقل دشمنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سلامتی کونسل میں تمام ممالک کے نمائندوں نے تقریبًا اس موقف کی حمایت کی ہے۔ رہا ہندوستان کا سوال تو وہ اسے اپنی عزّت کا مسئلہ بنا کر عقل اور انصاف کے تقاضوں سے ہاتھ دھوچکا ہے۔ مگر ہمیں اس سلسلے میں بہت زیادہ مضحکہ خیز پوزیشن امریکہ کی نظر آتی ہے۔ وہ اس بات کا حامی ہے کہ کشمیر کا حل رائے شماری کی بنیاد پر ہوسکتا ہے، اس کا وزیر خارجہ یہ بیان دیتا ہے کہ بھارت و پاکستان کے اختلاف کی صورت میں امریکہ کی امداد دونوں ملکوں کے لئے سودمند نہ ہوسکے گی لیکن ساتھ ہی نائب وزیر خارجہ مسٹر ٹالبوٹ کا یہ اعلان بھی اخبارات میں چھپتا ہے کہ بھارت کی زیادہ سے زیادہ فوجی امداد جاری رہے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر امریکی امداد بھارت و پاکستان کے اختلاف اور نزاع کی صورت میں سودمند نہیں ہوسکتی تو اس کا جاری رکھنا کہاں کی دانشمندی ہے اور اگر یہ امداد مفید ثابت ہوسکتی ہے تو امریکی وزیر خارجہ کا مذکورہ بالا بیان حقیقت کے خلاف ہے۔

کیا امریکہ یہ نہیں کرسکتا کہ وہ بھارت کی فوجی امداد روک دے اور اسے حقیقت پسندانہ طریق اختیار کرنے پر آمادہ کرے اور اس مسئلہ کے منصفانہ اور فوری حل کے لئے اپنا بین الاقوامی اثر استعمال کرے۔ ہمارے خیال میں وہ ایسا کرسکتا ہے۔ مگر اس نے دانستہ گو مگو کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے اور وہ بھارت کو

باقی بر صفحہ ۱۸

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا)

مجلسِ ذکر بروز جمعرات ۲۶ شوال المکرم سنہ ۸۳ھ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۶۴ء

قیامت کی نشانیاں

مرتبہ
خالد سلیم

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

بزرگانِ محترم!

گزشتہ جمعرات میں نے آپ حضرات کے سامنے قیامت کی چند نشانیاں بیان کی تھیں پھر مجھے کراچی جانا پڑا۔ الحمد للہ وہاں لڑکیوں کی دینی تعلیم کا انتظام ہوگیا ہے اور انہیں مدرسہ میں قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جائے گی۔ میں نے گزشتہ جمعرات لاہور سے کراچی روانہ ہونے سے قبل لاہور کی حالتِ زار اور اس کے بازاروں میں بے حیائی اور عریانی کا رونا رویا تھا لیکن کراچی پہنچ کر میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ وہاں تو عریانی و بے حیائی لاہور سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ ظاہر ہے مجھے اس صورتِ حال سے سخت پریشانی اور دکھ ہوا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو موت سے پہلے ہر آن اور ہر گھڑی خطرہ ہے کہ کہیں اس کا ایمان نہ چھین جائے۔ قبر میں جانے سے پہلے پہلے قدم قدم پر انسان کو ایمان کے ڈاکوؤں سے پالا پڑتا ہے اور آج کل کے معاشرہ میں تو ایمان بچانا سخت مشکل ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خاص فضل سے محفوظ رکھے

برادرانِ اسلام! ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کی حفاظت فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر ہو۔

محترم حضرات! حالات بہت ہی نازک ہیں۔ اس دور میں ایمان کی حفاظت بہت ہی مشکل ہے۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی جو جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں وہ ایک ایک کرکے پوری ہو رہی ہیں۔ اسی سلسلے میں میں نے پچھلی جمعرات بھی علاماتِ قیامت بیان کی تھیں اور آج بھی قیامت کی مزید علامات عرض کر رہا ہوں۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آخر زمانے میں فتنے اور بلائیں مثل بارش کے نمودار ہوں گے۔ ایک کے بعد ایک جیسا کہ نظر آرہا ہے۔

(۲) قتل زیادہ ہوں گے

(۳) زنا سڑکوں پر ہوگا

(۴) جنگیں بکثرت ہوں گی

(۵) ننگے بدن، ننگے پاؤں چلنے والے اونچی اونچی عمارتوں میں ہوں گے مثلاً جیسے تقسیم ملک سے پہلے کے غریب آج لوٹ مار کرکے امیر بنے بیٹھے ہیں۔ یہ علامات بیان کرکے حضور نے فرمایا جس وقت یہ حالات پیدا ہو جائیں تو قیامت کا انتظار کرنا

حضرات بتایئے! اب کونسی چیز ہونے کو باقی ہے۔ سب چیزیں ظاہر ہو چکی ہیں اب ہم پر فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اس سے ہر وقت ڈرتے رہیں اور کثرت سے ذکر اور اس کی عبادت ... کرتے رہیں

ایک خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا۔ جبکہ پانچ باتوں سے لوگ محبت کریں گے اور پانچ باتوں کو بھول جائیں گے۔

(۱) دنیا سے محبت کریں گے۔ آخرت کو بھول جائیں گے

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج مسلمان کو دنیا مطلوب، دنیا محبوب اور دنیا ہی مقصود ہے۔ آخرت کی بالکل فکر نہیں ایمان جاتا ہے تو جائے لیکن دنیا نہ جائے شادی بیاہ کے معاملہ میں اکثر لڑکی والے یہ چاہتے ہیں کہ لڑکا زیادہ تنخواہ دار ہو۔ چاہے اس کی تمام کمائی حرام کی ہو۔ نیک اور شریف ہونا بالکل شرط نہیں صرف دنیا سے محبت ہی

(۲) مکانوں سے محبت ہوگی۔ قبروں کو بھول جائیں گے۔

جیسے آج کل عمدہ اور اعلےٰ قسم کے مکانات تعمیر ہو رہے ہیں۔ عمارات اور کوٹھیوں کی زیب و زینت میں سب مصروف ہیں مگر کسی کو قبر کا گھر درست کرنے کی فکر نہیں (الا ماشاء اللہ)

(۳) مال محبوب ہوگا۔ اور حساب کا خیال نہ رہے گا

جیسے آج کل لوگ کہتے ہیں کہ دولت آئے خواہ کسی طریقے سے آئے۔ چاہے رشوت چوری اور ڈکیتی سے آئے یا کسی ذریعے سے بہرحال دولت چاہیئے لیکن کسی کو خیال نہیں قیامت کے دن حساب دینا ہوگا کہ مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

(۴) عیال پیارے ہوں گے اور جنت کو بھول جائیں گے

۵۔ نفس سے محبت ہوگی اور خدا یاد نہ رہے گا

جیسے آج کل مسلمان نفسانی خواہشات و لذات میں مبتلا ہیں، شراب نوشی، سینما بینی اور بدکاری میں مشغول ہیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں سے اُٹھ گیا ہے اور وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ہم کس کام کے لئے آئے ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کو قیامت کے دن کیا جواب دیں گے

اس کے بعد حضور نبی کریم ؐ نے فرمایا آگاہ رہو۔ کہ اس قسم کے لوگ مجھ سے بَری اور میں ان سے بَری۔ یعنی میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ایک اور خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا جس کو پانچ چیزیں دیتا ہے پانچ اس کو اور بھی دیتا ہے فرمایا

(۱) جس کو شکر کی توفیق ملتی ہے اس کو برکت بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ: ۔ اگر تم شکر کرو گے البتہ میں تمہیں اور زیادہ دوں گا

(۲) جو دعا کرنے کا عادی ہوتا ہے خدا اس کو قبولیت بخشتا ہے۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ: مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا

حدیث میں آتا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ دعا نہ کرنا عبادت سے منہ موڑنا ہے۔ اگر آپ کی دُعا کسی مصلحت کی وجہ سے قبول نہیں ہوتی تو پھر بھی دعا کرتے رہیئے کیونکہ دعا کرنا خود عبادت ہے اور اس کا اجر انشاء اللہ مل کر رہے گا

(۳) جو استغفار کرتا ہے خدا اسے بخشتا ہے

(۴) جو توبہ کرتا ہے خدا اُسے قبول کرتا ہے۔

باقی بر صفحہ ۱۸

خطبہ جمعہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۴ء بمطابق ۲۹ شوال ۱۳۸۳ھ

تقویٰ شعار و پرہیز گار اور سچا مسلمان وہی ہے جو خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرے

قسط (۵)　حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

بزرگانِ محترم!

گزشتہ کئی جمعوں سے یہ عرض کیا جا رہا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کریں۔ اس سلسلے میں خداوند قدوس جل شانہٗ کے حقوق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ پچھلے جمعہ ایک حدیث بیان کی گئی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو تمام لوگوں پر رحم کرنا چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ رحم کرنے والے پر رحم فرمائے۔ گویا مسلمان پابند ہے کہ وہ تمام نوعِ انسانی اور دیگر مخلوق جو بھی زمین پر چلتی پھرتی ہے اور جاندار ہے اس پر رحم کرے ظاہر ہے جو شخص سب پر رحیم ہوگا وہ کیونکر کسی کے حقوق غصب کرے گا بلکہ وہ الٹا اپنے حقوق بھی دوسروں کو معاف کر دے گا ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے فرمایا کرتے تھے کہ آج کل دنیا سے فقط اس صورت میں نبھاؤ ہو سکتا ہے کہ دوسرے کا حق غصب نہ کرو اور اپنا حق طلب نہ کرو

بہر حال کہنا یہ مقصود تھا کہ اسلام نے والدین، رشتہ داروں اور کنبہ والوں سب کے حقوق متعین کئے ہیں اور ان سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

(۱) وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی

(۲) وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا

(پ ۴، پ النساء)

ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرتے رہو جس خدا کا واسطہ دے کر تم کام نکال لیتے ہو اس کا اور اپنے رشتہ داروں کا پاس و لحاظ کرو کیونکہ خدا تمہارے اعمال کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرے گا وہ دوزخی ہوگا۔

زکوٰۃ کے سلسلے میں یہ حکم دیا کہ عزیز اور رشتہ دار خواہ کتنے ہی مخالف اور معاند ہوں مگر ان کے ساتھ برابر سلوک کرتے رہو اور ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ مزید براں والدین کے رشتہ داروں تک سے احسان و سلوک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اسلام کی نظر میں کوئی شخص اپنے خاندانی افراد سے قطع تعلق کر کے یا ان کے حقوق سے غفلت برت کر خدا کو ہرگز خوش نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس کی کوئی عبادت عند اللہ مقبول نہیں ہوتی ـــ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ خالہ کا احترام ماں جیسا اور چچا کا احترام باپ جیسا ہے۔

پڑوسیوں، مسافروں اور دیگر نوعِ انسانی سے حُسنِ سلوک

محترم حضرات! اعزہ اقربا اور والدین کے تعلقات کے بعد اسلام پڑوسیوں، قرابتداروں دوستوں، غلاموں، یتیموں، مسافروں، محلے والوں اور ہم وطنوں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک اور شریفانہ برتاؤ کا حکم دیتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ۝ (پ ۵، س النساء رکوع ۵ آیت ۳۵ تا ۳۸)

ترجمہ! اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو۔ بے شک اللہ اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے میں خرچ کرتے اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان ساتھی ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں حکم کیا گیا ہے کہ اے اسلام کا نام لینے والے مردو اور نیک بی بیو! اللہ کی عبادت کرو اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، قرابت داروں کے حقوق ادا کرو۔ دیکھو! یہ نہ ہو کہ عورتوں کے کہنے پر خاوند والدین کے حقوق غصب کرنے لگیں اور ان کی خدمت سے منہ موڑ لیں اور قرابت داروں سے میل جول بند کر دیں اور اس طرح اللہ کی نافرمانی کر کے دوزخ کا ایندھن بنیں ـــ نہ یہ ہونا چاہیئے کہ مرد، عورت کو اس کے ماں باپ اور رشتہ داروں سے قطع تعلق پر مجبور کرے۔ اگر مرد بلا وجہ یہ حرکت کرے گا تو وہ بھی عند اللہ سزا کا مستوجب ہوگا۔

اے امت مسلمہ کے افراد! تمہارا فرض ہے کہ تم یتیموں، مسکینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ حتی کہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی اپنا گرویدہ بنالو۔ دیکھو! مخلوقِ خداوندی پر رحم کرنے والے اور ان سے محبت و شفقت کا برتاؤ رکھنے والے اللہ کو بڑے ہی محبوب ہیں ......

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگر تم نے اپنے پرایوں سے حسنِ سلوک کرنے اور فراخدلی سے پیش آنے میں بخل اور کمینگی سے کام لیا اور ہمارے ان کھلے اور واضح احکامات کو نظر انداز کر دیا تو تمہیں سخت سزائیں دی جائیں گی۔

اے مردو اور عورتو یہ ضروری بات یاد رکھو کہ باہمی تعلقات کے سلسلے میں یا عام معاملات کے سلسلے میں جب بھی کسی سے حسن سلوک کا معاملہ کرو یا کسی سے نیکی اور بھلائی کرو تو محض اللہ کے لئے کرو۔ فقط اللہ تعالےٰ کو راضی رکھنے کے لئے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ ریا اور دکھلاوے سے بچو۔ عزت و شہرت کے حصول کے لئے یا ریا سے نیکی کا کام کرنا شیطانی کام ہے اور اس پر اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے ہاں کوئی اجر مرتب نہیں ہوتا۔

دیکھو! اگر خدا کو خوش کرنے کا داعیہ تمہارے اندر موجود نہ ہو تو تم جو کام بھی کروگے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو ضائع جائے گا اور اس میں کوئی برکت نہ ہوگی یاد رکھو دکھلاوے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی حتیٰ کہ ریا سے پڑھی ہوئی نمازیں بھی منہ پر ماری جائیں گی۔

مسلمان کا مسلمان پر حق

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی عیادت مسلمان پر فرض ہے اور وہ جب ملیں تو ایک دوسرے کو سلام کریں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں پر مسلمانوں کی جان و مال آبرو سب حرام ہے مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ نہ کوئی کسی پر ظلم کرے اور نہ اسے رسوا کرے اور نہ حقیر جانے۔ ایک مرتبہ سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے زور دے کر فرمایا کہ انسان کے برے ہونے کے لئے تو صرف اسی قدر اور اتنا ہی بہت ہے۔ کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے اور اسے ناچیز یا اپنے سے ادنےٰ سمجھے۔

انسانی حقوق کی نگہداشت نہ کرنے والے ظالم ہیں

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ! اے ایمان والو ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں کچھ بعید نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو۔ فسق کے نام لینے ایمان لانے کے بعد بہت برے ہیں اور جو باز نہ آئیں سو وہی ظالم ہیں۔

(سورۂ حجرات رکوع ٢ پارہ ٢٦)

حاصل

یہ نکلا کہ انسانی حقوق کی نگہداشت نہ کرنے والے ظالم ہیں۔

بدگمانیوں سے بچو

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ —

(سورہ حجرات رکوع ٢ پارہ ٢٦)

اے ایمان والو بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں

ٹٹول نہ کیا کرو

وَلَا تَجَسَّسُوْا (سورہ حجرات رکوع ٢)

اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو

غیبت سے بچو

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا

(سورۂ حجرات رکوع ٢)

اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے

برادران اسلام! مذکورہ بالا تمام قرانی شواہد اور احادیث نبوی ؐ کی شہادتوں سے حاصل یہی نکلتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے لئے اللہ تعالےٰ کے حقوق کے ساتھ انسانوں کے حقوق کی نگہداشت کرنا بھی نہایت ضروری اور لازم ہے۔

ورنہ

اذا فات الشرط فات المشروط کے قاعدے کے مطابق اگر کوئی شخص انسانوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرے گا تو وہ متقین اور محسنین کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

بزرگان محترم! اسلام جامع و اکمل مذہب اور نوعِ انسانی کے لئے خداوند قدوس کا بھیجا ہوا آخری نسخۂ ہدایت ہے۔ چنانچہ اسلام ...... نے ہر وہ شخص جس سے انسان کو سابقہ پڑتا ہے اس کے حقوق قائم کر دیے ہیں۔ دیکھیئے کس زور و شور کے ساتھ قرابتداروں، اجنبیوں، پڑوسیوں، یتیموں محتاجوں، پاس اٹھنے بیٹھنے والوں دوستوں مسافروں اور نوع انسانی کے دیگر افراد سے اخلاق و مروت کے ساتھ پیش آنے اور احسان و سلوک کا حکم اسلام اپنے پیروں کو دے رہا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر ان خطوط پر معاشرہ برپا ہو تو یقیناً وہ ساری دنیا میں مثالی معاشرہ ہوگا لیکن افسوس ہم دین کی تعلیمات سے دور ہو گئے ہیں اور تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں اللہ تعالےٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے، اسلامی احکام پر عمل کی توفیق دے اور ہم کتاب و سنت کی تعلیمات کو اوڑھنا بچھونا بنا کر تقویٰ شعاری و پرہیزگاری کا اسلامی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ آمین یا الٰہ العالمین)

(باقی آئندہ)

دُعائے مغفرت

مورخہ ۳/۱۲ کو مولانا محمد حسین امیر جمعیتہ علماء اسلام پشاور کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ ایک نیک اور پارسا عورت تھی۔ مرحومہ آخری عمر تک درس قرآن دیتی رہیں۔ نماز تہجد اور نوافل وغیرہ کی سختی سے پابند تھیں۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ جملہ قارئین خدام الدین مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا فرمائیں ―― (امداد اللہ جان اختر پشاور)

خلافتِ راشدہ میں مدنیّتِ اسلام

مرسلہ: ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

جو زمانہ حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت سے شروع ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ حکومت تک ختم ہوتا ہے اور جس کی مدت تیس سال ہے تاریخ میں اس کو عہد خلفائے راشدین کہتے ہیں۔ اس عہد میں اسلامی مدنیت پر ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب ہے مدنیت سے مراد وہ نظام ہے جس پر امت اپنے اجتماعی اُمور میں کاربند ہوئی خواہ وہ اُمور اندرونی اصلاحوں سے تعلق رکھتے ہوں یا بیرونی جنگوں سے،

خلافت

مدنیت کا سب سے پہلا مظہر خود اسلامی خلافت کا قیام تھا رئیس امت کا لقب خلیفۂ رسول رکھا گیا لیکن حضرت عمر رضؓ نے اپنے لئے بجائے خلیفہ کے امیر المومنین کا لفظ پسند کیا جس سے ان کے عہدہ کے صحیح مفہوم اور جمہوریت دونوں کا اظہار ہوتا تھا ان کے بعد سے یہی لفظ تمام خلفاء کے لئے مستعمل رہا۔

خلافت دراصل دنیاوی ریاست ہے جس کی بنیاد دین پر رکھی گئی ہو اور اس کی غرض یہ ہے کہ اصولِ دین کے مطابق ہر قسم کی صلاح و فلاح کی طرف امت کی رہنمائی کرے۔ اس لئے خلیفہ جب تک نصوص شرعیہ کے خلاف کوئی حکم نہ دے اس کی اطاعت واجب ہے

خلافت راشدہ میں تشریع کی بنیاد قرآن و سنت پر تھی اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا جس کے بارہ میں کوئی صریح حکم ان دونوں میں نہ ملتا تو امثال و نظائر پر قیاس کر کے اس کا حکم نکالتے تھے۔ خلیفہ اجتہادِ مسائل میں دیگر علمائے مجتہدین سے کوئی خاص امتیاز نہیں رکھتا تھا بلکہ اکثر خود ان سے سوال کرتا یا ان سے اجتہاد میں مدد لیتا تھا۔ اگر کسی امر میں سب لوگ متفق ہو جاتے تو اس کا اتباع لازم ہو جاتا اسی کو اصطلاح میں اجماع کہتے ہیں اور اگر باہم اختلاف ہو جاتا تو خلیفہ ان میں سے کسی صورت کو ترجیح دے کر اس کے مطابق حکم دیتا تھا۔

الغرض خلیفہ کو کوئی تشریعی اختیار یا کوئی اس قسم کی دینی ریاست حاصل نہیں تھی کہ وہ جو چاہے حکم دیدے وہی مذہبی مسئلہ قرار پا جائے بلکہ وہ احکام دینی کو صرف نافذ کرنے کا مجاز تھا۔

انتخاب خلیفہ کی بنیاد شوریٰ پر تھی خلیفہ جو دوسرے کو اپنا ولیعہد بناتا تھا تو وہ بھی مشورہ کر کے بناتا تھا اس لحاظ سے اسلامی خلافت دراصل ریاست جمہوری ہے فرق صرف یہ ہے کہ عام خیال کے مطابق رئیس اسلام یعنی خلیفہ کو قریش میں سے ہونا چاہیئے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت اس سے شرط کی جاتی تھی کہ کتاب و سنت کے مطابق عمل کرے گا۔ حضرت عثمان رضؓ کی بیعت میں سُنّتِ شیخین کا لفظ اور بڑھایا گیا لیکن یہ زیادتی حضرت علی رضؓ کی بیعت میں حذف کر دی گئی۔

خلفاء اکثر اُمور میں اصحاب رائے سے مشورہ لیتے تھے حضرت عمر رضؓ خصوصیت کے ساتھ اس کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ وہ کل کاموں میں اعیان صحابہ حضرت عثمان رضؓ حضرت علی رضؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ وغیرہ سے رائے لیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضؓ اگرچہ کمسن تھے لیکن چونکہ عقل و فہم میں ممتاز تھے اس لئے ان کو بھی مشوروں میں شریک کر لیتے تھے کبھی کبھی جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے رائے لیتے ہر شخص آزادی کے ساتھ جو اس کی سمجھ میں آتا تھا کہتا تھا۔

عام معاملات میں اگرچہ رجال شوریٰ خود ان کے منتخب کردہ ہوتے تھے لیکن کوئی دوسرا شخص بھی اگر مناسب رائے دے سکے تو اس کے لئے رکاوٹ نہ تھی۔

الغرض نظام خلافت میں جمہوریت اور مساوات کی پوری روح تھی اگر کچھ کمی تھی تو صرف یہ متعین نہ تھا کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے ورنہ حضرت علی رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ میں نزاع واقع نہ ہوتی کیونکہ حضرت علی رضؓ سمجھتے تھے کہ حق انتخاب صرف اہل مدینہ کو حاصل ہے انہوں نے جب کسی کو منتخب کر لیا تو بیعتِ خلافت مکمل ہو گئی لیکن اہل شام کا خیال تھا کہ جب تک تمام امراء اور دیار و امصار کے اعیان رؤسا بیعت نہ کر لیں اس وقت تک خلافت مسلم نہیں ہو سکتی۔

خلافت راشدہ میں شاہانہ تمکنت اور جاہ و جلال کی کوئی شان نہ تھی عام لوگوں کی طرح خلیفہ بھی سڑکوں پر پیدل پھرتا تھا نہ اس کے ساتھ محافظ ہوتے تھے نہ نقیب، سب لوگ اس سے ملتے تھے اور وہ سب سے ملتا تھا دوسرے مسلمانوں میں اور اس میں سوائے عہدۂ خلافت کے اور کوئی امتیاز نہ تھا۔

صیغۂ قضاء

مقدمات کا فیصلہ قانونِ شرع کے مطابق خلیفہ کے فرائض میں سے تھا اس لئے خلفاء اس کام کے واسطے خود اپنی طرف سے نائب مقرر کرتے تھے خلیفہ اول کے عہد میں ہر شہر کا جو عامل ہوتا وہی فصل خصومات کی خدمت بھی انجام دیتا تھا لیکن عہد فاروقی میں محکمہ قضاء کا ایک جداگانہ مستقل صیغہ قرار دیا گیا اس کو انتظامی اُمور سے کوئی تعلق نہ تھا قاضیوں کو بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی اور ان کو تجارت وغیرہ کرنے کی ممانعت تھی۔

اُن تمام قاضیوں میں سے جو اس عہد میں مقرر ہوئے تھے کسی ایک کے بارہ میں بھی یہ نہیں سُنا گیا کہ اُس نے کسی مقدمہ میں رو رعایت کی ہو یا انصاف کا خیال نہ رکھا ہو۔ ان کی نگاہوں میں ادنیٰ و اعلیٰ رعیّت اور خلیفہ سب برابر تھے۔

یہ قضاۃ مجتہد مطلق نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کا کام یہ تھا کہ قانونِ شرعی کو اچھی طرح سمجھ کر جن واقعات و حوادث میں کوئی صریح حکم نہ ملے نظائر و امثال پر قیاس کر کے ان کا فیصلہ کریں یعنی قواعد کلیہ کا استنباط کر کے ان سے جزئی احکام نکالیں۔

قاضیوں کے علاوہ ہر شہر میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی پیدا ہو گئی تھی جو قوانین شرعیہ سے استنباط کر کے احکام کا تفقہ حاصل کرتی تھی۔ قاضی مشکل اُمور میں اس جماعت سے بھی مدد لیتے تھے

سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اس زمانہ تک احادیثِ رسول مدوّن نہیں ہوئی تھیں، صحابہ متفرق دیار و امصار میں تھے اور ایک کے پاس جو حدیثیں تھیں وہ دوسرول

کے پاس نہیں تھیں اس لئے قاضیوں کے فیصلے ایک ہی قسم کے معاملات میں باہم مختلف ہوتے تھے کسی کو کوئی حدیث مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا تھا اور کسی کو اس کا علم نہیں ہوتا تھا وہ استنباط اور اجتہاد سے کام لے کر دوسرے نتیجہ پر پہنچتا تھا۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہونے کا ان فیصلوں کا اندراج کسی دفتر میں نہ ہوتا تھا نہ فریقین کو اس کی باقاعدہ نقل دی جاتی تھی اور نہ ان کی تنقید واجراء کے لئے کوئی طاقت استعمال میں لائی جاتی تھی بلکہ قاضی جو حکم دیتا تھا محکوم علیہ فوراً تعمیل کر دیتا تھا۔

اس زمانہ میں فریقین کی حیثیت مستفسر سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جب ان کو اپنے معاملہ میں شرعی حکم قاضی کی عدالت سے معلوم ہو جاتا تھا تو وہ خود اس کے مطابق کاربند ہو جاتے تھے قصاص اور حدود کا اجراء خود خلیفہ یا امراء صوبہ کے اختیار میں تھا یہ قضاۃ صرف بڑے بڑے شہروں میں تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس عہد میں باہمی تنازعات بہت کم ہوتے تھے۔

کوفہ میں حضرت عمرؓ نے شریح بن حارث کندی کو قاضی مقرر کیا تھا جو متواتر ۷۵ سال تک اپنے عہدہ پر رہے اور ابن زبیرؓ کی لڑائیوں کے دوران میں صرف تین سال معطل رہے ابو درداء اور مصر کے قیس بن ابی العاص تھے حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن قیس کو اصول عدالت ایک ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

عدالت کا فرض محکم اور سنت رسول ہے اجلاس میں فریقین کو اپنے سامنے مساوی رکھو تاکہ جو ادنیٰ ہو وہ تمہارے عدل سے ناامید اور جو اعلیٰ ہو وہ تمہاری رعایت کا امیدوار نہ ہو جائے۔ ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور وہ ثبوت نہ لائے تو قسم مدعا علیہ پر۔ مصالحت جائز ہے لیکن ایسی کہ جس سے حلال حرام اور حرام حلال نہ ہونے پائے جو فیصلہ تم نے کیا ہے غور کرنے سے اگر حق کے خلاف نظر آئے تو اس سے رجوع کر ڈالو جس معاملہ میں خلجان ہو اور وہ کتاب وسنت میں نہ ملے تو خوب غور کرو۔ اس کے نظائر کو دیکھو پھر انہیں پر قیاس کر لو۔ مدعی کو ثبوت کے لئے ایک مدت معینہ کی مہلت دو۔ اگر وہ ثبوت لائے تو اس کا حق دلا دو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کرو۔ تمام مسلمان ایک دوسرے پر شہادت کے لئے قابل اعتبار ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے حدود شرعی میں درے کھائے ہوں یا جھوٹی شہادت میں ان کا تجربہ ہو چکا ہو، ولا اور وراثت کے معاملہ میں مشتبہ ہوں۔

اس مکتوب کو عام طور پر اس عہد کے قاضیوں نے اپنا دستور العمل بنا رکھا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مدینہ کے قاضی زید ابن ثابت مقرر ہوئے اور وہاں دارالقضا بنایا گیا اس سے پہلے بیشتر مقدمات مسجد میں فیصل کئے جاتے تھے۔

فوج

خلیفہ اول کے عہد میں کل فوج رضاکار تھی نہ ان کے نام کسی رجسٹر میں مندرج تھے نہ ان کو تنخواہ دی جاتی تھی صرف مال غنیمت کے چار حصے ملتے تھے امراء لشکر اسی میں سے حصہ رسدی کے مطابق ہر سپاہی کو تقسیم کرتے تھے جو شخص کوئی نمایاں کام کرتا اس کو خاص انعام دیا جاتا علاوہ بریں جو مجاہد کسی کافر کو مارتا اسی کو مقتول کا سازوسامان ملتا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں فوج کا دفتر مرتب کرایا اور بیت المال سے مجاہدین کی تنخواہ مقرر کی اسلامی فضیلت کے لحاظ سے تنخواہیں مختلف رکھی گئیں۔ طبقہ اول میں اہل بدر تھے جن کی تنخواہیں سالانہ پانچ ہزار درہم تھیں۔ حضرت عمرؓ بھی بدری تھے اس لئے یہی تنخواہ ان کی بھی تھی۔ پھر شرکائے جنگ احد تھے یہ چار ہزار درہم پاتے تھے اس طرح درجہ بدرجہ کم ہوتے ہوتے معمولی سپاہی کی تنخواہ دو سے تین سو درہم تک سالانہ تھی۔ تنخواہوں میں اضافے بھی ہوتے تھے۔

مجاہدین کے اہل وعیال کی بھی تنخواہیں مقرر تھیں اور ان میں بھی مراتب کے لحاظ سے فرق تھا البتہ غلام اور آقا میں کوئی فرق نہیں تھا جس طبقہ کا غلام ہوتا اسی طبقہ کے آقاؤں کی تنخواہیں اس کو دی جاتیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں یہ اختلاف اٹھا دیا گیا اور کل مجاہدین کی تنخواہ خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں برابر کر دی گئی۔

عہد فاروقی میں دمشق، حمص، فلسطین، اردن، موصل، فسطاط، بصرہ اور کوفہ صدر فوجی مقامات قرار دیئے گئے ان میں کثیر التعداد فوجیں رکھی جاتی تھیں۔ نیز ان آٹھوں مقاما پر چار چار ہزار گھوڑے ہمیشہ طیار رہتے تھے تاکہ فوری ضروریات پر رسالے مرتب ہو سکیں، سرحدوں پر خاص کر شام اور مصر کے سواحل پر حفاظت کے لئے فوجی دستے رہتے تھے جو بیشتر اس نواح کے صدر مقام سے باری باری بھیجے جاتے تھے سپاہیوں کو بقدر ضرورت سامان خوراک دیا جاتا تھا اور چھاؤنیوں میں رسد کا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا تھا۔

فوج میں تمام عربی قبائل کے لوگوں کے نام مندرج کئے گئے تھے ان کے علاوہ دیگر اقوام کے مسلمانوں کے نام بھی مندرج ہوتے تھے ہر دس آدمیوں پر ایک عریف (جمعدار) رہتا تھا جو ان کی شناخت رکھتا تھا اور ان کو تنخواہ دلاتا تھا

ہر سال تقریباً تیس ہزار جدید فوج بھرتی ہوتی تھی اور یہ سارا نظام اس قدر مرتب تھا کہ یہ ناممکن تھا کہ بوقت ضرورت کوئی شخص اپنے گھر بیٹھا رہے اور خلیفہ کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ ایسے لوگوں کو قبیلہ کی مسجد یا مجمع عام میں کھڑا کر کے یہ کہتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے جہاد سے جان چرائی یہ سزا ان کے لئے قتل سے بھی بڑھ کر تھی کیونکہ عرب کے نزدیک بزدلی سے زیادہ کوئی بدنامی نہیں تھی۔

فوج کے ساتھ قاضی، معلم، ترجمان اور معالج وغیرہ بھی رکھے جاتے تھے نیز راستہ نکالنے اور پل باندھنے کا سامان بھی رہتا تھا خلیفہ کا حکم تھا کہ فوج سفر میں ہو تو جمعہ کے دن ضرور قیام کرے تاکہ لوگ تازہ دم ہو جائیں اور اپنے ہتھیاروں اور کپڑوں کو درست کر لیں۔ ہر روز صرف اتنی ہی مسافت طے کریں کہ تھک نہ ہو جائے ان سپاہیوں کو جو کسی مہم پر بھیجے جاتے تھے چار مہینہ کے بعد گھر آنے کی رخصت ملتی تھی

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں امیر معاویہؓ کے مشورہ سے بحری فوج بھی تیار کی گئی اور مسلمانوں کے پاس سمندر میں ایسی قوت ہو گئی کہ کئی بار رومیوں کو شکست دی اور جزیرہ قبرص وغیرہ فتح کر لیا۔

عرب میں جنگوں کا پرانا دستور یہ تھا کہ دشمن کے سامنے کبھی بے ترتیب اور کبھی صف بندی کر کے کھڑے ہو جاتے تھے پھر دونوں طرف سے ایک ایک یا دو دو آدمی نکل کر لڑتے تھے اس کے بعد عام حملہ کرتے تھے پھر بھاگتے تھے پھر پلٹتے تھے چونکہ متمدن اقوام کے مقابلہ میں یہ طریق جنگ کارآمد نہ تھا اس لئے حضرت خالد نے جو ایرانیوں اور رومیوں کے ساتھ لڑتے ان کے اصول جنگ اور صف آرائی کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے اس کو چھوڑ کر جنگ یرموک میں انہی کی روش کے مطابق اپنی فوجوں کو مرتب

کیا اس وقت سے تمام اسلامی امراء انہی اصولوں پر فوجوں کو ترتیب دیتے تھے سب سے پہلے مقدمۃ لشکر ہوتا تھا جو جنگ شروع کرتا تھا، دائیں میمنہ، بائیں میسرہ اور بیچ میں قلب، جہاں سپہ سالار رہتا تھا، پیچھے ساقہ ان میں سے بھی ہر ایک حصہ مختلف دستوں میں تقسیم رہتا تھا اور ان کے مالک اُمرا ہوتے تھے جو سپہ سالار کے حکم کے مطابق اپنے دستہ کو حرکت میں لاتے تھے کوئی سپاہی نہ اپنی صف سے آگے بڑھتا نہ پیچھے ہٹتا تھا۔

عربی امراء اپنے خط رجعت کی حفاظت کا خاص اہتمام رکھتے تھے تاکہ دشمن پیچھے سے نہ آپڑے اور جاسوسی کا انتظام اس قدر مکمل رکھتے تھے کہ غنیم کی کوئی بات اُن سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی تھی۔

محاصل

حضرت عمر رضؓ کے عہد سے صیغۂ خراج کے عمّال جداگانہ مقرر کئے جانے لگے جو رقم وصول ہوتی تھی اس سے فوج کی تنخواہ اور صوبہ کے اخراجات ادا کئے جاتے تھے باقی دارالخلافہ میں بھیج دی جاتی تھی۔ محصول کی دو قسمیں تھیں۔ مستقل اور غیر مستقل، مستقل آمدنی خراج و زکوٰۃ اور جزیہ تھی اور غیر مستقل غنیمت اور عشور،

خراج

اس زمین کے لگان کا نام ہے جس کو مسلمانوں نے فتح کر کے خود وہاں کے باشندوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہو، یہ لگان اس زمین کے کرایہ کے طور پر لیا جاتا تھا کبھی رقم معین کر دی جاتی تھی اور کبھی پیداوار کا کوئی حصہ لیا جاتا تھا۔

زکوٰۃ

اس محصول کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کی زمین مویشی یا نقدی وغیرہ پر لیا جاتا ہے جس کی تشریح کتب فقہ میں کر دی گئی ہے مسلمانوں کے پاس جو زمین ہوتی تھی اس پر عُشر لیا جاتا تھا یعنی ہر فصل کی پیداوار کا دسواں حصہ اور اگر خراجی زمین ان کے قبضہ میں آجاتی تھی تو اس پر ان سے وہی خراجی لگان لیا جاتا تھا۔

عہد فاروقی میں حضرت عثمان بن حنیف جو مساحت کے کام سے واقف تھے عراق کی پیمائش کے لئے بھیجے گئے انہوں نے کل عراق کی پیمائش کی حضرت عمرؓ نے تشخیص لگان میں خود عراقی کاشتکاروں سے مشورہ لے کر لیاقت وار خفیف شرح مقرر کی۔

جزیہ وہ رقم تھی جو ذمیوں سے مل جاتی تھی یہ صرف ان مردوں سے وصول کی جاتی تھی جو ۲۰ برس سے ۵۰ برس کی عمر کے ہوتے تھے بشرطیکہ وہ اپاہج اور معذور نہ ہوں بوڑھے، بچے اور عورتیں اس سے مستثنیٰ تھے اس کی شرح اشخاص کی حالت کے مطابق رکھی جاتی تھی زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم سالانہ اور کم سے کم ۱۲ درہم۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ عہد میں زکوٰۃ کا نکالنا خود مسلمانوں کے سپرد کر دیا گیا حالانکہ اس کی تحصیل خود امام کا فرض تھا۔

عُشور

مسلمان تاجر جب دوسری سلطنتوں میں اپنا مال لے جاتے تھے تو وہاں اُن سے چنگی لی جاتی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس کیفیت سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا انہوں نے حکم دیا کہ جس حساب سے غیر سلطنتیں ہمارے تاجروں سے چنگی وصول کریں اسی حساب سے تم ان کے تاجروں سے لو لیکن دو سو درہم سے کم کے مال پر کچھ نہ لیا جائے۔

زیاد بن عدیر اس صیغہ کے نگران مقرر کئے گئے ایک بار قبیلہ بنی تغلب کا ایک نصرانی تاجر گھوڑا لے کر آیا جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی زیاد نے اس سے ایک ہزار درہم چنگی لی اسی سال دوبارہ اس گھوڑے کو لے کر گزرا تو انہوں نے پھر ایک ہزار درہم طلب کئے اس نے کہا کہ ایک بار اس کی آپ چنگی لے چکے ہیں اب ہر بار میں کہاں تک ادا کروں گا لیکن زیاد نے اس کو گزرنے نہیں دیا وہ حضرت عمرؓ کے پاس شکایت لایا، حج کے موقع پر مکہ میں جاکر ان سے ملا اور اپنا معاملہ سنایا انہوں نے جواب دیا کہ میں بندوبست کر دوں گا۔ تغلبی نے اس کو ایک سرسری بات سمجھا اور دل میں کہا کہ اب ایک ہزار درہم پھر دینا ہوگا۔ لیکن جس وقت سرحد پر آیا تو وہاں خلیفہ کا حکم پہنچ چکا تھا کہ جس چیز پر ایک بار عشور لے لیا جائے سال آئندہ کی اس تاریخ تک دوبارہ اس پر کچھ نہ لیا جائے وہ اس سے اس قدر خوش ہوا کہ زیادؓ سے کہا کہ میں دل میں طے کر کے آیا تھا کہ ایک ہزار درہم ادا کر دوں گا اب اقرار کرتا ہوں کہ میں اُسی شخص کے دین پر ہوں جس نے یہ حکم بھیجا ہے۔

مسلمانوں کے مال تجارت پر چنگی بقدر زکوٰۃ کے رکھی گئی یعنی چالیسواں حصہ، ذمیوں پر اس سے دگنی، اور اہل حرب پر دسواں حصہ۔ غنیمت وہ مال ہے جو فوج کو دشمنوں سے حاصل ہوتا تھا اس کے چار حصے فوج میں تقسیم کئے جاتے تھے اور ایک حصہ بیت المال میں آتا تھا اس زمانہ کے مالیہ کی کل میزان کا پتہ نہیں لگ سکا صرف عراق اور مصر کی وصولی معلوم ہوئی عہد فاروقی میں عراق سے دس کروڑ ۲۸ لاکھ درہم سالانہ کی آمدنی تھی اور مصر سے بارہ کروڑ درہم کی، حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں مصر کی وصولی میں دو کروڑ کا اضافہ ہو گیا تھا۔

اخراجات محاصل کے مطابق رکھے جاتے تھے اور خزانہ میں کوئی توفیر نہیں رہتی تھی۔

نماز

اقامت صلوٰۃ خلیفہ کے فرائض میں تھی خود نماز پڑھاتا تھا یا کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیتا تھا کیونکہ ہر شہر میں صرف ایک ہی جامع مسجد ہوتی تھی جس میں خلیفہ یا والی جمعہ پڑھاتا تھا سوائے جامع مسجد کے دوسری مسجدوں میں منبر نہیں بنائے جاتے تھے۔

حج

اسلام کا ایک عظیم الشان رکن حج ہے جس میں حکم ہے کہ اطرافِ عالم سے مسلمان آکر میدان عرفات میں جمع ہوں۔

اس اجتماع کی غرض یہ ہے کہ چند مقررہ دنوں تک اللہ کا ذکر کریں اور اس کے نام پر قربانیاں چڑھائیں نیز آپس میں تعارف اور تعلق بڑھائیں اور ان کو یہ علم ہو کہ وہ اپنے غیر ممالک کے بھائیوں سے کیا مدد لے سکتے ہیں یا کس طرح ان کی امداد کر سکتے ہیں۔ علاوہ بریں خلفاء و امراء، ملکی اور انتظامی معاملات میں باہم مشورہ کریں اور رعایا کی شکائتیں، ضرورتیں اور خواہشیں ان کو معلوم ہوں۔ اسی طرح پر حج میں دینی اور اُخروی فائدوں کے علاوہ دنیاوی اور ملکی منافع بھی بے شمار ہیں اور حرم مسلمانوں کا صرف دینی اور مذہبی مرکز نہیں بلکہ قومی و ملی مرکز بھی ہے۔

خلافت راشدہ میں امرائے ممالک حج کے موقعہ پر مکہ میں آتے تھے بسا اوقات خود خلیفۂ وقت امیر الحج ہوتا تھا اگر کسی وجہ سے وہ نہیں آسکتا تھا تو اپنی بجائے کسی کو اپنا قائم مقام کر کے بھیجتا تھا حضرت ابوبکر رض اپنے عہد خلافت میں ایک بار خود تشریف لائے تھے دوسری بار حضرت عثمان رض کو بھیجا تھا۔ حضرت عمر رض اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے وہ ہر سال حج کراتے رہے صرف اپنی خلافت کے پہلے سال خود نہ آسکے۔ اس لئے عبدالرحمن بن عوف رض کو بھیجا تھا حضرت عثمان رض بھی بجز دو بار کے اپنے عہد خلافت میں کبھی حج سے غیر حاضر نہ رہے البتہ حضرت علی رض اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے اپنے عہد خلافت میں کبھی نہ آسکے لیکن نائب بھیجتے رہے۔

حضرت عمر رض کے عہد میں مسجد حرام بڑھا لی گئی انہوں نے بیت المقدس میں بھی مسجد تعمیر کرائی اس کے علاوہ کل ممالک اسلام میں ان کے عہد میں تقریباً چار ہزار مسجدیں بنائی گئیں۔ اسلامی مرکزوں میں امراء اور عمال کے لئے مکانات، فوجی چھاؤنیاں، مہمان خانے دفاتر اور خزانے تعمیر ہوئے مدینہ سے مکہ تک کا راستہ انہوں نے درست کرایا۔ اس میں جابجا سرائیں بنوائیں، آبپاشی اور دیگر ضروریات کے لئے عراق میں متعدد نہریں دجلہ سے نکلوائیں جن میں سے نہر ابی موسیٰ اور نہر سعد خاص طور پر مشہور تھیں، مصر میں دریائے نیل کو ۶۹ میل تک کھدوا کر بحر قلزم سے ملا دیا تاکہ کشتیوں کے ذریعہ سے غلہ مدینہ تک آسکے۔ اسی قدر فاصلہ بحر روم اور بحر قلزم میں تھا۔ عمرو بن العاص رض والئ مصر نے خواہش کی کہ ان سمندروں کو ملا دیں لیکن حضرت عمر رض نے اس خیال سے کہ رومی کشتیاں اس راستہ سے آکر عرب پر حملہ کرنے لگیں گی اجازت نہ دی ان کے حکم سے بصرہ، کوفہ، فسطاط موصل اور جیزہ متعدد شہر بھی آباد ہوگئے

تعلیم

قرآن مجید عہد رسالت میں ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ رسول اللہ اس کو لکھواتے بھی تھے اور صحابہ کو زبانی یاد کرا دیتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت نے جب انتقال فرمایا تو بہت سے صحابہ قرآن کے حافظ اور سینکڑوں ایسے تھے جن کو زیادہ تر حصے یاد تھے یہ لوگ حافظ اور قراء کہلاتے تھے۔

مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں تقریباً ۷۰۰ حفاظ اور قراء شہید ہو گئے اس وقت حضرت عمر رض نے سوچا کہ اگر اسی طرح عالمان قرآن ختم ہوتے چلے گئے تو قرآن محفوظ کس طرح رہے گا اس لئے حضرت ابوبکر رض سے کہا کہ قرآن پورا ایک جگہ محفوظ کر لیا جائے انہوں نے زید بن ثابت رض کو جو کاتب وحی تھے اور اسی سال رمضان میں آنحضرت ﷺ سے قرآن مجید کا آخری دور کر چکے تھے اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ حضرت زید رض نے ممتاز صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اس کی سورتوں کو جو متفرق صحیفوں، تختیوں، کھجور کے پتوں، اونٹ کی ہڈیوں پر لکھی ہوئی تھیں نہایت احتیاط کے ساتھ کاغذ پر لکھ کر ایک شیرازہ میں جمع کر دیا یہ مصحف ابوبکر رض کے پاس رکھ دیا گیا۔

حضرت عمر رض کے عہد خلافت سے جابجا معلمین مقرر کئے گئے کہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور کتاب سکھلائیں بعض بعض اہل علم صحابہ قرآن وسنت کی تعلیم کے دیار وامصار میں ..... بھیجے گئے اور بیت المال سے ان کی تنخواہیں مقرر کی گئیں حضرت عثمان رض نے وہی مصحف جو ابوبکر کے عہد میں لکھا گیا تھا اور جس کو حضرت عمر رض اپنی وفات کے وقت اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رض کے حوالے کر گئے تھے منگوایا زید بن ثابت رض، عبداللہ بن زبیر رض، سعید بن عاص رض اور عبدالرحمن بن حارث کو مقرر کیا کہ اس کو نقل کریں۔ جب ان لوگوں نے متعدد نسخے لکھ لئے تو ہر ہر صوبہ میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔

اشاعت اسلام

خلافت راشدہ میں عموماً ہر مسلمان تعلیم نبوی کا صحیح نمونہ اور پیکر اسلام تھا اس لئے جہاں جہاں اہل اسلام پہنچتے تھے لوگ نہ صرف ان کی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے بلکہ ان کے خلوص کو دیکھ کر اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ شام، مصر، عراق اور ایران کے بادشاہوں نے جب ان کے تقویٰ نیکی، وفاداری، حسن معاملت اور سب سے بڑھ کر مخلوق کی ہمدردی کو دیکھا تو دین اسلام کی خوبیوں کے قائل ہو کر اس کی طرف ٹوٹ پڑے اور کثرت سے مسلمان ہونے لگے

جنگ شام میں دمشق کا بطریق خود خالد رض کے ہاتھ پر اسلام لایا اس کو دیکھ کر جو لوگ اس کے اثر میں تھے سب مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح مصر کا ایک رئیس شطا پہلے ہی سے اسلام کا گرویدہ تھا۔ جب اسلامی فوج وہاں پہنچی تو وہ معہ دو ہزار آدمیوں کے اسلام لایا عراقی دہقانوں اور ایرانی مرزبان نے بھی تیزی سے اسلام کی طرف قدم بڑھایا۔ قادسیہ کے معرکے کے بعد چار ہزار دیلم ایک ساتھ مسلمان ہو گئے حضرت عثمان کے عہد میں خراسان میں خاندان کے خاندان مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح افریقہ میں اسلام سرعت سے پھیلا۔ الغرض یہ مسلمانوں کے خلوص اور ان کے اسلامی صفات کا اثر تھا کہ جہاں وہ گئے ان کو دیکھ کر لوگ اس دین حق کے نور سے منور ہوتے گئے۔

(ماخوذ از رسالہ مولوی دہلی)

نقد ونظر

مشتاق حسین بخاری

(۲) نام رسالہ:۔ ارشادات رحمۃ للعالمین ﷺ فی حیات النبی ﷺ گجرات

صفحات ۱۶ قیمت ۱۳ نئے پیسے

شائع کردہ انجمن حیات النبی ﷺ

زیر نظر مختصر رسالہ انجمن مدرسہ حیات النبی ﷺ گجرات نے شائع کیا ہے اس کا مقصد حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا اپنے روضہ اطہر میں حیات ہونا ثابت کرتا ہے۔ حضور اپنے جسد مبارک کے ساتھ اپنے مرقد میں زندہ ہیں اور یہی حال دیگر انبیائے کرام کا ہے وہ بھی اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہیں یہ مسئلہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک طے شدہ ہے لیکن بعض لوگ مستشرقین معتزلہ، اور نیچریوں کے خیالات سے متاثر ہو کر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ اس رسالہ میں ائمہ طریقت اور ائمہ مذاہب، علمائے کرام وصوفیائے عظام کے .... اسمائے گرامی درج کئے گئے ہیں جو حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن رسالہ نہایت مختصر ہے ایسے اہم مسئلہ پر سیر حاصل مضامین ہونے چاہئیں تھے۔ اجمال مکتفی نہیں ہو سکتا

حضرت شیخ لاہوریؒ کی یاد میں

مُضطرؔ گجراتی

وہ دل جو ماسویٰ کے خوف سے آزاد ہوتا ہے
یقیناً حاصلِ گلخانۂ ایجاد ہوتا ہے

ترا ذکرِ حسیں جب شاملِ روداد ہوتا ہے
تصوّر خانۂ فکر و نظر آباد ہوتا ہے

محبّت یوں مزاجِ دل میں کر دیتی ہے تبدیلی
عطا ہوتا ہے جتنا غم یہ اتنا شاد ہوتا ہے

عجب ہے راہ، تسلیم و رضا کی راہ بھی، جس میں
لٹا دیتا ہے جو خود کو وہی آباد ہوتا ہے

جلا دیتا ہے سوزِ دل سے حق کی سینکڑوں شمعیں
وہ مردِ حق نوا جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے

پلٹ جاتے ہیں طوفانِ بلا ساحل سے ٹکرا کر
کہیں ساحل کا معیارِ سکوں برباد ہوتا ہے؟

جسے اچھا کہیں اللہ والے وہ عمل اچھا
وُہ جس پر صاد فرمائیں اُسی پر صاد ہوتا ہے

فقط تقویٰ ہے معیارِ بزرگی دین و دُنیا میں
یہی اُسوہ ہے جو ایمان کی بنیاد ہوتا ہے

سفر کرتا ہے مومن اس طرح دنیائے فانی سے
کوئی طائر قفس سے جس طرح آزاد ہوتا ہے

عبث ہے مصلحت بینوں سے حق گوئی کی امیدیں
یہ وصفِ پیروانِ سُنّتِ سجّاد ہوتا ہے

بڑی مدّت کے بعد آیا سمجھ میں رازِ دُنیا کا
جسے برباد ہوتا ہو یہاں نہ آباد ہوتا ہے

کروڑوں رحمتیں ہوں شیخِ لاہوری کی تُربت پر
کوئی صدیوں میں ایسا صاحبِ ارشاد ہوتا ہے

پرستارانِ دُنیا کا ہے جینا بھی کوئی جینا
نہ جاں آزاد ہوتی ہے نہ جسم آزاد ہوتا ہے

حدیں ارض و سما کی کانپتی محسوس ہوتی ہیں
کوئی مظلوم جب آمادۂ فریاد ہوتا ہے

گزرتے ہیں مسلسل حادثے آثارِ گلشن پر!
کہیں برسوں کے بعد ایک آشیاں آباد ہوتا ہے

ہمیں بھی یا رب اُس راہِ جنوں سے آشنا کر دے
جہاں ہر سانس میں عالم نیا ایجاد ہوتا ہے

خُدا کے دوستوں کو خوف ہوتا ہے نہ غم مضطرؔ
لبِ الہام سے ایسا ہی کچھ ارشاد ہوتا ہے

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت

ــــ تاریخی اعتبار سے

فخر الدین صدیقی، بیرون کشمیری دروازہ لاہور

تاریخ اسلام کا آغاز حقیقتاً اس وقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وطن کے مسلسل مظالم سے نہایت درجہ پریشان ہو کر مکہ کی سرزمین سے ہجرت کرنے اور مدینہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اس عظیم الشان واقعہ کو اسلامی تاریخ کا مبدأ اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ ترقیٔ اسلام کی بنیاد اسی وقت سے پڑی۔ اللہ کی تائید ونصرت نہایت شاندار طور پر ظاہر ہوئی اور کفار مکہ کو جو مسلسل تیرہ ۱۳ سال تک اسلام کی سخت مخالفت کرنے اور اپنے مقصد میں ناکام رہنے کے بعد بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر متفق ہو چکے تھے۔ ایک بار پھر زبردست ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس عظیم موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف جس کو حاصل ہوا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہی واحد شخص تھے اس واقعہ کے دس برس بعد بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو آپ نے اپنی جگہ جس شخص کو امامت کے لئے منتخب کیا وہ بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ہی تھے۔ یہ عظیم الشان شرف ایسا تھا۔ جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت جیسے نازک موقعہ پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو اپنا ساتھی کیوں چنا اور مرض الموت میں اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے، ابوبکر صدیق ہی سب سے پہلے آپ کی رسالت پر ایمان لائے تھے اور دین حق کی خاطر جان، مال اور عزّت کی قربانی دینے میں بھی ان کا قدم دوسرے تمام مسلمانوں سے آگے رہا تھا۔ وہ قبول اسلام سے رسول اللہ کی وفات تک کے طویل عرصے میں برابر آپ کی اعانت دین اسلام کی اشاعت اور کفار کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں ہمہ تن مشغول رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو انہوں نے اپنے ہر کام پر مقدم رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی جان تک کی مطلق پروا نہ کی اور ہر جنگ میں آپ کے دوش بدوش کفار سے مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ نہایت پختہ ایمان کے علاوہ ان کے اخلاق حسنہ بھی کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اسی حُسن خلق کی بدولت وہ بے حد ہر دلعزیز تھے اور ہر مسلمان ان سے محبت کرتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے دینی مرتبے اور ان سے لوگوں کی حد درجہ عقیدت ہی کا نتیجہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب آپ کی جانشینی کا سوال مسلمانوں کے سامنے آیا تو ان کی نظر انتخاب انہیں پر پڑی اور سب نے انہیں کو بالاتفاق پہلا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اپنے مختصر عہدِ خلافت میں اسلام کی سربلندی کے لئے انہوں نے جو اولوالعزمانہ کوششیں کیں ان کی نظیر عالم اسلام کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی کے زمانۂ مبارک سے اس اسلامی سلطنت کا آغاز ہُوا۔ جس نے پھیلتے پھیلتے دنیا کے کثیر حصّے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ اسی عظیم الشان مملکت کے کنارے ایشیا میں ہندوستان اور چین تک، افریقہ میں مصر تونس اور مراکش تک اور یورپ میں اندلس و فرانس تک پھیل گئے یہی سلطنت تھی جس نے انسانی تہذیب وتمدن کو پروان چڑھانے کے لئے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا اثر رہتی دنیا تک رواں دواں رہے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم جانثار رفیق اور آپ کے کامل متبع تھے۔ پھر انتہائی پُرسوز دل اور بے نظیر صفات کے مالک تھے۔ عالم اسلام میں پھیلے ہوئے لاکھوں مسلمان ان سے منسوب ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور غیر مسلم بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے مداح اور ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہیں بالاتفاق مسلمانوں کا پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جب مرتدین کے ہاتھوں اسلام اپنے نازک ترین دور میں گذر رہا تھا۔ تو صرف ابوبکر صدیقؓ ہی ایسی شخصیت تھے۔ جس نے مسلمانوں کو تباہی کے غار میں گرنے سے بچایا۔ ایرانی اور رومی سلطنتوں پر فوج کشی کر کے انہوں نے اس عظیم المرتبت اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جس کے اثرات آج تک اقوام عالم کے دلوں سے محو نہیں ہو سکے۔

محترم حضرات!

اس بابرکت عہد کے جو واقعات آج تک پیش کئے گئے ہیں وہ انتہائی تعجب خیز ہونے کے علاوہ مرعوب کن بھی ہیں اور ان سے اسی مردِ مجاہد کی عظیم شخصیت کے بے مثال پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں ایک طرف یہ مردِ حق غریبوں اور مسکینوں کی مدد کے لئے ہر لحظہ بےچین نظر آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جیسا دردمند انسان تمام دنیا میں کوئی نہ ہوگا تو دوسری طرف اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کی خاطر وہ بڑے سے بڑا خطرہ قبول کر لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور دنیا کی تمام طاقتیں ملکر بھی اسے اس کے عزم وارادہ سے باز نہیں رکھ سکتیں۔ عزم واستقلال کا یہ عظیم پیکر تردد اور ہچکچاہٹ کے نام سے بھی ناآشنا تھا۔ یہی وہ عظیم المرتبت انسان تھا جس کو لوگوں کی مخفی صلاحیتوں کو بھانپ کر انہیں اجاگر کرنے اور ان سے ان کی استعداد کے مطابق کام لینے کا بہترین ملکہ حاصل تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، ابوبکر صدیق رضؓ کے عہدِ خلافت میں جو واقعات پیش آئے۔ ان سے ان کا حسنِ بصیرت اور دوراندیشی مزید آشکارا ہو گئی۔ مرتدینِ عرب سے فراغت پانے کے بعد جب آپ نے ایران اور روم پر توجہ مبذول کی تو سب سے بڑا ہتھیار جو انہوں نے ان دونوں سلطنتوں کے خلاف استعمال کیا وہ مساوات کا تھا جسے اسلام نے اصول کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس ہتھیار کا سامنا نہ ایرانی سلطنت کر سکتی تھی اور نہ رومی مملکت، ایران اور روم کے باشندے شخصی

باقی بر صـ ۱۴

تربیۃ السالک

الصحیفۃ الفاضلۃ فی اصلاح العاجلۃ والآجلۃ

بعد حمد و صلوٰۃ احقر اشرف علی عرض کرتا ہے کہ یہ خط ہے۔ جو حضرت مرشدی قدس سرہٗ نے جناب محمود علی خاں صاحب مرحوم کو اس وقت تحریر فرمایا تھا۔ جب ان کا ارادہ مکہ معظمہ ہجرت کرنے کا تھا اور اپنی ریاست کا انتظام کرنے کیلئے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ چونکہ یہ والا نامہ دین دنیا دونوں کے مہمات صالح کا جامع ہے۔ اس کی اشاعت کو ہر طبقہ کے لئے مفید سمجھا گیا۔ ناظرین اس کے ہر ہر جزو کو علوم عجیبہ کا خزانہ پائیں گے۔

نقل والانامہ حضرت مرشدی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از مکہ معظمہ حارۃ الباب

مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ۔ بخدمت سراپا جود و سخا حامی شریعت و طریقت جناب محمود علی خاں صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں دل کو بہت تعلق ہے۔ امید کہ آپ بفضلہ تعالیٰ مع الخیر و عافیت اپنے وطن پہنچ کر۔ اپنے فرزندان و عزیز و اقارب کے دیدار سے مسرور ہوئے ہوں گے۔ آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت و حالات سفر و دیگر حالات سے سرفراز فرمائیں چونکہ فقیر کو آپ سے محبت للّٰہ ہے۔ اور (الدین النصیحۃ) بڑی خیر خواہی دین کی ہے۔ اس لئے خیر خواہانہ تحریر ہے۔ کہ آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حقداران کی ادائے حقوق کا بندوبست اس طرح کر کے یہاں تشریف لاویں کہ آپ کو کچھ بھی تشویش نہ رہے۔ کیونکہ جب تک قلب تعلقات و تشویشات دنیاوی میں مشغول رہیگا عبادت و طاعت کی لذت و حلاوت ہرگز نہ ملیگی بلکہ جب تک دل ماسوا اللہ سے پاک صاف نہ ہوگا۔ تب تک نہ سچی توحید حاصل ہوگی۔ اور نہ جمال حق کا آئینۂ دل میں مشاہدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا گوئی دوسرا دل نہیں کہ اس میں دوسرے تعلقات و مشاغل کو جگہ ہو۔ حرمین شریفین میں رہکر دل کو امور و مشاغل ہند میں مشغول رکھنا۔

اس سے بہتر یہ ہے کہ ہند میں رہکر دل کو حرمین شریفین کی طرف متوجہ رکھنا۔ کیونکہ حقیقت ہی قلب سے ہے۔ اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا۔ تو یہ ہجرت حقیقی نہ ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک معتبر عمل قلب ہے۔ ان اللّٰہ ینظر الی قلوبکم ولا ینظر الی صورکم۔ اصلی ہجرت یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اللہ کے سوا سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو رہے اگر یہ نہ ہوسکے تو اس قدر تو ضروری ہے کہ آپ کو اپنی اولاد کو اور اموال و ریاست کے کاموں کو اللہ تعالیٰ کی وکالت میں سپرد کر کے خود تدبیر و بندوبست سے فارغ ہو جائے۔ جب اللّٰہ قادر و رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل و کارساز بنا دیا تو بندہ عاجز ناکس کا محتاج نہ رہے گا۔ جب تک اللہ اور رسولؐ کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہوگی اور امور دین اور امور دنیوی پر یعنی باقی فانی پر غالب نہ ہو جاویں گے تب تک بندے کا ایمان پورا نہ ہوسکے گا مسلمان کو کامل مسلمان ہونے کی کوشش و فکر تو سب پر مقدم و فرض ہے بس اپنے متعلق کوئی جھگڑا و تعلق دنیاوی نہ رکھیں جب سب اللہ جل شانہ کے سپرد کر دئے اور دنیا پر عقبیٰ کو مقدم کر دیا تو سب کام درست و ٹھیک ہوگئے۔ دنیا فانی بگڑے تو کیا' بنے تو کیا۔ (جب اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا تو ہرگز نہ بگڑے گی) جب عقبیٰ اور دین کی درستی ہوگئی تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اس کے نزدیک بے حقیقت ہے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق بر مردہ نباشد پائدار!
عشق را برحیؔ بر قیوم دار!

اللہ تعالےٰ کے سوا سب فانی ہے۔ اور عشقِ باقی باقی ہے۔ یا اللہ فانی کی محبت یعنی اموال و اولاد کی محبت اللہ حی و قیوم کی محبت سے ہم سب کو نہ روکے بس مکہ و مدینہ میں رہنے کا لطف جب ہی ہے کہ دل سب سے فارغ و خالی ہو بہت علوم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک عمل نہ ہو نقل ہے۔ کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہٗ سے کہا تھا کہ درویشی میں علوم کا سیکھنا ضروری ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ میں نے ایک حدیث سنی ہے۔ کہ حب الدنیا راس کل الخطیات جب اس حدیث پر عمل کر لوں تو اور علوم سیکھوں۔ ہدایت کے واسطے ایک آیت' ایک حدیث کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم کو اور آپ کو توفیق عمل عطا فرماویں۔ اور اپنی رضامندی پر چلاویں اور ماریں۔ حقیقت میں حضرت اس حدیث پر عمل ہو جاوے تو انسان مقبول خدا ہو جاوے صفاتِ ذمائم۔ طمع و حرص و حسد و کینہ و عداوت و غضب، و کبر و بخل وغیرہ سب حبِ دنیا سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہی صفاتِ حمیدہ مثل صبر و توکل و رضا و قناعت و تواضع و سخاوت و حلم وغیرہ سب ترک حب دنیا سے حاصل ہوتے ہیں۔ اولاد کے برابر عزیز اور والدین کے برابر شفیق و مہربان کوئی نہیں مگر اس حب دنیا کی وجہ سے ان میں آپس میں مخالفت و عداوت ہو جاتی ہے اور جب حب دنیا نہ رہے سارے جہان کے غیر عزیز و دوست ہو جاتے ہیں اللھم اجعلنا منھم ایک بات ضروری یہ بھی ہے کہ داد و دہش کا جھگڑا بھی اپنے ساتھ نہ ہو تو بہتر ہے بلکہ کل صدقات و خیرات بھی متعلق ریاست کر دیئے جائیں بندہ کو اپنے آپ کو اپنے جسم و روح کو اللہ تعالیٰ کو دینا یہی حقیقی سخاوت و جوادی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ کو دے دیا تو اب کوئی جود و سخا باقی نہ رہی۔ اب اس کو لاکھ کروڑ روزانہ خیرات کرنے کی حاجت نہ رہی اہل اللہ کے برابر کوئی جود و سخا نہیں ہوسکتا فقیر کی تو یہ بھی صلاح نہ ہوتی کہ آپ اپنے مصارف کے واسطے کچھ ریاست سے مقرر کر لیں۔ لیکن چونکہ ساری عمر اسباب پر رہی ہے۔ اس لئے اس بارے میں فقیر کچھ نہیں کہتا ہے آپ اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ درویشی میں یہ بڑا شرک ہے کہ رہیں تو باب اللہ اور باب الرسول پر اور روزی مانگیں ہندوستان سے کسی امیر کے دروازہ پر کسی دوسرے سے مانگ کر کھانا امیر کی غیرت وغیرہ کا سبب ہے یہ کوئی بڑے درجات و مراتب کی بات نہیں کمالِ ایمان و ادب کی بات ہے۔ بس اپنے ضروری خرچ کے سوا زیادہ مقرر نہ کریں۔ کہ لوگ آپ کے تضیع اوقات اور تشویش کے باعث نہ ہوں بڑی خرابی امراء و رئیسوں کو اس وجہ سے ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے مشورہ لینے کی سنت کو اپنی کم فہمی سے ترک کر دیا ہے مسلمان لوگوں کی تعلیم کے واسطے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاورھم فی الامر بتاکید فرمایا ہے۔ نصرانیوں نے اس آیت پر اس درجہ عمل کیا

کہ ہزاروں قسم کی مجلسیں مقرر کیں ہر اخبار اور ہر رعیت کو رائے دینے کا مجاز کیا۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہے آپ کو بھی معلوم ہے مسلمانوں کو یہ خبط ہے کہ جب ہم دوسرے سے رائے لیں گے تو ہم کو لوگ کم عقل سمجھیں گے۔ یا ہماری حکومت میں شریک ہو جاویں گے یا تکبر سے کسی مشورہ کے قابل نہیں سمجھتے غرض کہ اس قسم کے بیسوں خبط ہیں۔ بس اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کرکے سب کاموں کا انتظام و انصرام بخوبی کرکے تشریف لاویں۔ اگر چار پانچ مہینہ توقف بھی کرنا پڑ جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ادھورا کام چھوڑ کر آنے میں پھر وہی تشویش و تردد باقی رہیگا زمانہ میں عقل کے ساتھ دیانت دار کمیاب ہیں اگر مل جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئیے اور ایسے آدمی کی قدر کرنی چاہئیے کیونکہ لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس خود اللہ تعالیٰ شاکر مشکور ہے ہر شخص کی استعداد کے مطابق برتاؤ فرماتا ہے۔ نیکوں کو ہر نیکی کے بدلے دس سے کم نہیں اور زیادہ کی انتہا نہیں عنایت فرماتا ہے۔ اور برائی کا برابر صرف ایک برائی خود فرماتا ہے۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا اس مسئلہ پر بھی فرنگیوں نے ایسا عمل کیا ہے جیسا چاہئیے' ان کا ملازم یا ان کی رعیت کچھ اچھا کام کرتا ہے۔ تو اس کا کچھ شکر کرتے ہیں اگر ملازم ہے۔ تو اس کی کارگزاری کی کتاب میں توصیف اور تعریف لکھتے ہیں اور اس کی خدمت کے لائق برابر ترقی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض وقت دس روپے والے کی ترقی ہزار دو ہزار تک ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی بذریعہ خطاب وغیرہ ملازم و رعایا کی عزت کرکے اس کی دیانت و ہمت بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دیانت دار اور غیر دیانت دار کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا تو دیانت دار کی ہمت اس کی خیر خواہی کی طرف سست ہو جاوے گی پھر سب کام خراب ہو جاویں گے مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انہوں نے اہل و نااہل کی تمیز نہ کی بہت رئیسوں نے جان بھی لیا کہ فلاں عاقل و دیانت دار ہے۔ مگر تکبر یا بدعقلی سے اس کی قدر نہیں کرتے بعضوں کو خبط ہے کہ اگر ہم اس کی تعریف و ترقی کریں گے تو یہ خراب ہو جائے گا (نعوذ باللہ منہا) اپنی عقل کو اسرار شریعت سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے۔ فقیر نے بارہا دیکھا ہے کہ دیانت دار کو خائن خود رئیس کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ملازم نے اپنے اوقات کو اپنے آقا کے ہاتھ رفع حوائج کے بدلہ بیچ ڈالا اور جب آقا کو اپنے ملازم کی ضروریات و حوائج کا خیال نہ ہوگا مثلاً اس کی رفع حاجات پچاس روپے میں ہوں اور وہ پچیس روپے دے تو ملازم اور حاجتوں کو کہاں سے پوری کرے آخر وہ خیانت کی طرف مجبور ہوگا۔ بس اس میں اللہ اور رسول کے قانون کے مطابق کارروائی ہونے سے سب امور ٹھیک ہوتے ہیں۔

بقیہ:- امیر المومنین صدیق اکبرؓ کی شخصیت

اقتدار کی چکی میں پس رہے تھے۔ رعایا کے درمیان مختلف طبقات قائم تھے۔ نسلی امتیاز کی لعنت بری طرح مسلط تھی۔ حکمران طبقہ ملک میں بسنے والے دوسرے طبقوں کو اپنے سے کم تر بلکہ اچھوت سمجھتا تھا۔ اور انہیں ہر لحاظ سے دبانا فرض سمجھتا تھا۔ عین اس وقت اسلام نے عدل و انصاف اور مساوات کا علم بلند کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایران اور روم جانے والی افواج کے سپہ سالاروں کو خاص طور پر ہدایات فرمائیں۔ کہ وہ عدل و انصاف اور مساوات کا دامن کسی طرح ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور مفتوحہ ممالک کے تمام لوگوں سے بلا امتیاز مذہب و ملت مساوی سلوک کریں۔ اسی طرح جو باشندے ایک عرصے سے جور و ستم اور عدم مساوات کا شکار چلے آ رہے تھے وہ اسلام کے منصفانہ اصولوں کی جھلکیاں دیکھ کر اس کے گرویدہ ہو گئے اور ان سلطنتوں کو اپنی زبردست عسکری قوت اور عظیم الشان مسلح افواج کے باوجود مسلمانوں کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ظاہر ہے کہ ظلم و تشدد اور نسلی امتیاز روا رکھنے والی سلطنت خواہ اس کی ظاہری طاقت کتنی ہی ٹھوس اور اس کی فوج کتنی ہی منظم کیوں نہ ہو ایسی قوم کے مقابلے میں کبھی نہیں ٹھہر سکتی۔ جو عدل و انصاف اور مساوات کی نہ صرف علم بردار ہو بلکہ جس کی زندگی انہیں سانچوں میں ڈھلی ہو۔ یہ طرز زندگی رسول اللہ صلعم کے بعد کامل طور پر ابوبکرؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ عہد رسالت اور خلافت ثانیہ کے اتصال کے باعث حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا دور ایک خاص انفرادیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ کا عہد ارشاد و اصلاح کا عہد تھا۔ آپ کے عہد میں شریعت کا نزول ہو رہا تھا۔ اللہ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے رسول کو مسلسل احکام دیئے جا رہے تھے۔ اس کے بالمقابل حضرت عمرؓ کا عہد تنظیمی عہد تھا۔ نوزائیدہ اسلامی سلطنتوں کے انتظام و انصرام کے لئے اصول و قواعد مرتب . . . کئے جا رہے تھے اور مختلف محکموں کا قیام عمل میں لایا جا رہا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ کا عہد جہاں ان دونوں دوروں کی درمیانی کڑی تھی وہاں ان غیر معمولی حالات کی وجہ سے جو آپ کے عہد میں پیش آئے ان دونوں سے بڑی حد تک مختلف بھی تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی سیرت طیبہ اور آپ کی خلافت کی اہمیت بیان کرنا آسان نہیں لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے مختصر دور حکومت میں جن مشکلات و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر وہ اپنی ذہانت و فراست سے ان کا سدباب نہ کرتے تو یقیناً اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا مگر آپ نے جس کامیابی کے ساتھ فتنۂ ارتداد کو دبایا اور پیش آنے والی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اور صرف آپ ہی کا کارنامہ تھا شاید کسی دوسرے سے یہ کام سرانجام نہ پاتا لاریب۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بے مثال کامیابیوں میں ان کے ذاتی اوصاف کو بڑا دخل تھا۔ لیکن سب سے بڑا دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک صحبت کا تھا جو طویل عرصے تک سفر و حضر میں آپ کو حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے بالاتفاق اسی بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بڑھتی ہوئی شہرت عزت اور کردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے پروردہ ہیں۔ آپ ہی کے فیض کا نتیجہ تھا کہ ابوبکر صدیق کے رگ و ریشہ میں اسلام کی محبت سرایت کرتی چلی گئی اسی کے نتیجہ میں ابوبکرؓ کے دل میں وہ ایمان صادق پیدا ہوا جس کی مثال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ناپید ہے۔

لہٰذا ان اثرات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی کا وجود تھا۔ جس نے فتنۂ ارتداد کا سدباب کیا اگر اپنی شان جمال و جلال سے ایسے وقت میں میدان میں نہ آتے تو شاید آج اسلام کا رخ کسی اور طرف مڑا ہوتا۔ جب آپ نے عنان خلافت سنبھالی تو تمام مسلمانوں کے دلوں پر خوف و خطر طاری اور مایوسی و بددلی کے آثار نمایاں تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے پیش آنے والے فتنوں اور شورشوں کا اس طرح قلع قمع کیا کہ اسلام کا قافلہ دوبارہ اپنی شان و شوکت سے منزل کی طرف گامزن ہوا۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا وجود اپنے شخصی کردار اور خلیفہ ہونے کے لحاظ سے بھی اسلامی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ ایسی نمایاں حیثیت کہ جو رسول خدا کے سوا کسی مسلمان کو نہ حاصل ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے۔

مشاہیر اسلام

عالم رضوی

حضرت بہاؤ الدین زکریا سہروردیؒ

حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے تھے، آپ مکہ معظمہ سے خوارزم آئے اور وہاں سے ملتان میں سکونت اختیار کی۔ یہاں ان کے فرزند وجیہہ الدین پیدا ہوئے اور بعد میں جن کی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی دختر سے ہوئی۔ جن دنوں مولانا حسام الدین تاتاریوں کے حملے کے سبب ملتان کے قریب گوادر میں پناہ گزین تھے تو وجیہہ الدین بھی اپنے خسر کے ساتھ رہتے تھے۔ یہیں حضرت بہاؤ الدین ذکریا کی ولادت ہوئی۔

ابھی آپ بارہ برس کے تھے کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کی وفات کے بعد آپ نے قرآن پاک کا حفظ شروع کر دیا ساتوں قرأتوں کے ساتھ حفظ کر چکے تو مزید تعلیم کے لئے خراسان کی سمت چل دیے۔ یہاں پہنچ کر سات برس تک بزرگان دین سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کرتے رہے۔ وہاں سے بخارا جاکر تعلیم میں کمال حاصل کیا ان کی اعلیٰ خوبیوں کے باعث بخارا کے لوگ انہیں بہاؤالدین ذکریا فرشتہ کہا کرتے تھے۔ یہاں آٹھ برس تک تحصیل علم کرتے رہے۔ پھر بخارا سے حج کے ارادے سے مکہ معظمہ گئے۔ وہاں سے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پانچ برس جوارِ رسولؐ میں زندگی بسر کی۔ اس دوران میں مولانا کمال الدین محمد جو اپنے زمانے کے محدث تھے ان سے حدیث پڑھی پھر وہاں سے چل کر بیت المقدس پہنچے اور وہاں سے بغداد تشریف لے گئے۔

بغداد میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر خرقۂ خلافت پایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ شیخ بہاوالدین زکریا نے اپنے مرشد کے پاس فقط سترہ روز قیام فرمایا تھا اور اس مختصر عرصے میں انہیں پیر کی طرف سے ساری روحانی نعمتیں مل گئیں اور خرقۂ خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے اس سے حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے مریدوں کے دل میں رشک پیدا ہوا اور اس بات کا شیخ سے شکوہ بھی کیا لیکن شیخ نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ تم سب گیلی لکڑیوں کی مانند ہو جس میں آگ مشکل اور دیر سے لگتی ہے۔ بہاؤالدین ذکریا خشک لکڑی کی مانند تھے جس میں آگ جلد اثر کر گئی۔

خرقۂ خلافت پانے کے بعد حکم ملا کہ واپس ملتان جاکر قیام کرو اور وہاں کے باشندوں کو فیض یاب کرو۔ ان دنوں حضرت جلال الدین تبریزیؒ بھی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس مقیم تھے۔ جب شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ بغداد سے روانہ ہوئے تو وہ بھی اپنے پیر سے اجازت لے کر ان کے ساتھ ہو گئے، جب دونوں بزرگ استنبول پہنچے تو شیخ جلال الدین تبریزیؒ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ ملاقات کے بعد واپس ہوئے تو شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ نے پوچھا کہ آج کی سیر میں درویشوں میں کس کو سب سے بہتر پایا۔ جواب دیا شیخ فریدالدین عطارؒ کو۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے دریافت کیا تھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ بغداد سے۔ پھر پوچھا کہ وہاں کون کون سے درویش مشغول حق ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ نے پوچھا کہ اپنے مرشد شیخ شہاب الدینؒ کا ذکر کیوں نہ کیا۔ جواب دیا کہ شیخ فریدالدین عطارؒ کی عظمت میرے دل میں اس طرح چھا گئی کہ میں اپنے پیر کو بھول گیا یہ سن کر شیخ بہاؤالدین ذکریا کو بہت افسوس ہوا اور وہ حضرت جلال الدین تبریزی سے الگ ہو کر ملتان چلے آئے اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ خراساں جاکر مقیم ہو گئے۔

ملتان کے عرصۂ قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان آپ کے فیض سے منور ہو گیا۔ اس لئے آپ کے عہد کو خیر الاعصار کہا جاتا ہے آپ کا روحانی فیض عوام اور خواص کے لئے برابر تھا۔ جو کوئی بھی آپ کی صحبت میں آتا۔ متاثر ہوئے بغیر واپس نہ جاتا۔ ملتان کے گرد و نواح میں اسلام کو فروغ دینے میں آپ کو بہت دخل ہے۔ جو راہِ مستقیم سے بھٹک گئے تھے آپ انہیں دوبارہ سیدھی راہ پر لائے۔ اس وقت ملتان کا حاکم ناصرالدین قباچہ تھا جو سلطان شمس الدین التمش کا حریف بھی تھا۔ شیخ بہاوالدین زکریاؒ کا قلبی رجحان التمش کی طرف تھا کیونکہ وہ اپنے زہد و تقویٰ، دین داری اور شریعت کی پاسداری کے لحاظ سے اولیاء اللہ میں شمار ہوتا تھا۔ ناصرالدین قباچہ نے سلطان التمش کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر اس کے خلاف سازش شروع کر دی۔ لیکن اس بات کو ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی اور خود شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ نے پسند نہ کیا۔ دونوں بزرگوں نے دین کی فلاح اسی میں سمجھی کہ سلطان التمش کو قباچہ کی سازش سے مطلع کر دیا جائے دونوں نے علیحدہ علیحدہ سلطان التمش کو خطوط لکھے مگر دونوں خط قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے قباچہ انہیں پڑھ کر بڑا مشتعل ہوا اور دونوں کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ جب وہ دونوں مجلس میں تشریف لے گئے تو قباچہ نے شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ کو اپنی داہنی طرف بٹھایا اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو اپنے روبرو بیٹھنے کا حکم دیا اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ قاضی شرف الدین نے خط پڑھ کر خاموشی اختیار کر لی قباچہ نے غصے میں جلاد کو حکم دیا کہ اسی وقت اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ جب شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ کے ہاتھ میں ان کا خط دیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ "بے شک یہ خط میرا ہے لیکن میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور ٹھیک لکھا ہے۔" یہ سنکر قباچہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے معذرت کر کے شیخ بہاؤالدین کو اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔

آپ خلقِ خدا کی خاطر شاہی حکام کے ساتھ تعاون کرنے میں بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ ملتان میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ والئ ملتان کو غلے کی ضرورت پڑی، شیخ بہاوالدین ذکریاؒ نے غلے کی ایک بڑی مقدار اپنے ہاں سے اس کے پاس بھیج دی۔

آپ کو کبھی دولت کی کمی محسوس نہ ہوئی تھی۔ لیکن وہ ہمیشہ اس سے بے نیاز رہے ایک روز ایک خادم سے کہا کہ جاؤ جس صندوقچے میں پانچ ہزار دینار پڑے ہیں اسے اٹھا لاؤ۔ خادم نے ہر چند تلاش کیا مگر صندوقچہ کہیں نہ ملا۔ شیخ کو خبر ہوئی تو آپ نے الحمدللہ پڑھی۔ تھوڑی دیر بعد خادم پھر آیا اور صندوقچہ مل جانے کی اطلاع دی۔ پھر الحمدللہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ حاضرین نے پوچھا کہ دونوں صورتوں میں الحمدللہ کہنے میں کیا حکمت تھی۔ ارشاد فرمایا کہ فقیروں کے لئے دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ہیں۔ ان کو کسی چیز کے آنے کی نہ تو خوشی ہوتی ہے اور نہ ہی کسی چیز کے جانے کا غم ہوتا ہے پھر وہ دینار حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔

مزاج میں حلم و بردباری بہت تھی ۔ اگر کوئی آپ سے زیادتی کر جاتا تو آپ کبھی غصے میں نہ آتے اسی طرح اپنی تکریم بھی پسند نہ کرتے تھے ۔ ایک دفعہ خانقاہ میں کچھ مرید وضو کر رہے تھے ۔ جب آپ اتفاق سے ادھر سے گزرے تو مرید وضو چھوڑ کر تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے ۔ لیکن ایک مرید نے وضو ختم کر کے آداب تعظیم ادا کئے ۔ آپ نے اس سے فرمایا تم سب مریدوں میں افضل و زاہد ہو ۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ، بابا گنج شکرؒ کی بھی بہت عزت کرتے تھے ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے تو انہیں خالہ زاد بھائی لکھا ہے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے ایک موقع پر کسی بات کی معذرت کرتے ہوئے بابا صاحب کو لکھا ۔

”میان ما و شما عشق بازی است“

بابا گنج شکرؒ نے اس کا جواب دیا ۔

”میان ما و شما عشق است بازی نیست“

آپ سخاوت میں بھی باکمال تھے ۔ ایک دفعہ آپ کے مریدوں کا جہاز غرق ہو رہا تھا ، انہوں نے روحانی طور پر توجہ فرمائی اور اللہ سے دعا کی ۔۔۔۔۔ تو جہاز محفوظ ہو گیا ، اس پر جواہرات کے بڑے بڑے تاجر تھے ۔ جب جہاز ساحل پر پہنچا تو تاجروں نے مل کر آپ کی خدمت میں خواجہ فخر الدین گیلانی کی وساطت سے ستر لاکھ روپے پیش کئے ۔ آپ نے یہ رقم قبول تو کر لی ۔ مگر تین دن کے اندر اندر ساری رقم مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی ۔ خواجہ فخر الدین گیلانی اس بات سے اتنے متاثر ہوئے کہ اپنا سارا مال و اسباب فقیروں میں تقسیم کر کے فقیری اختیار کر لی ۔ پانچ برس شیخ کی خدمت میں گزار کر بیت اللہ کے حج کو روانہ ہوئے اور جدہ پہنچ کر جنت کی راہ لی ۔

عبادت و ریاضت میں کلام پاک کی تلاوت سے بڑا شغف رکھتے تھے ۔ آپ کا معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے بعد کلام پاک کا آغاز کرتے اور فجر کی نماز کی سنتوں تک پورا ختم کر لیتے تھے ۔

وفات کے روز اپنے حجرے میں مشغول عبادت تھے کہ حجرے کے باہر ایک نورانی شکل کے بزرگ نمودار ہوئے آپ کے بیٹے کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دے گئے ۔ جب بیٹا والد صاحب کو خط اندر دے کر واپس آیا تو قاصد کو نہ پایا ۔ خط پڑھنے کے ساتھ ہی شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آواز بلند ہوئی ۔ دوست بدوست رسید

آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے اخبار الاخیار میں سن وفات ۶۶۱ھ درج ہے ۔ سفینۃ الاولیا اور فرشتہ میں ۶۶۶ھ اور اوراد مراۃ الاسرار میں ۶۶۵ھ ہے ۔ سفینۃ الاولیاء میں سن پیدائش ۵۶۵ھ لکھا ہے ۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر سو سال بنتی ہے ۔ مزار شریف ملتان میں ہے ۔

حضرت بہاؤالدین ذکریا کی نہ کسی تصنیف کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی تذکرہ نگاروں نے آپ کے ملفوظات کا ذکر کیا ہے لیکن آپ نے اپنے مریدوں کو جو خطوط لکھے تھے انہیں اخبار الاخیار نے نقل کیا ہے ان سے آپ کی صوفیانہ تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے ۔

بقیہ :- دنیوی زندگی اخروی زندگی کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے

کے تصور سے بھی لرز جاتا تھا اس کو اس طرح جھیل جاتا ہے کہ گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں تھا ۔ روز مرہ کے واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ دنیا اور جو کچھ بھی اس میں ہے سب فانی ہے ۔ لیکن پھر بھی اس ناپائیدار دنیا پر فریفتہ ہوتا رہتا ہے ۔ ہر روز اپنوں اور بیگانوں کو دنیا سے رخصت ہوتے دیکھتا ہے ان کی جدائی پر آنسو بہاتا ہے لیکن یہ کبھی خیال نہیں کرتا کہ میں بھی اسی طرح ایک نہ ایک دن آغوش لحد میں لٹا دیا جاؤں گا ۔ جو لوگ دنیا کو مقصود سمجھ کر اس کے کمانے میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ سدا پریشان رہتے ہیں ان کی طلب کبھی ختم نہیں ہوتی اور ان کی آرزو کبھی پوری نہیں ہوتی ان کی حرص ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے دنیا کے زر و مال کو اطمینان کا ذریعہ سمجھنا بڑی حماقت ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہی نہیں وہاں اطمینان کیسا ؟

نقد و نظر :- مشتاق حسین بخاری

نام کتاب :- المصالح العقلیہ لاحکام النقلیۃ

حصہ اول :- احکام اسلام کی عقلی مصلحتیں

تصنیف :- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

صفحات :- ۲۰۰ قیمت ۲ روپیہ پچاس پیسے

سرورق :- دیدہ زیب

ملنے کا پتہ :- کتب خانہ جمیلی ۵ گولڈنگ روڈ لاہور

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت مطہرہ کی ہر بات اور ہر حکم خواہ وہ فرائض کی شکل میں ہو یا واجبات سنن اور نوافل کی شکل میں حکمت سے خالی نہیں ۔ دوسرے الفاظ میں ہمیں اوامر و نواہی کا حکم یونہی بغیر کسی مصلحت اور نفع یا نقصان کے نہیں دیا گیا ، حضرت حکیم الامتؒ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ کے صاحبزادگان نے حضرت تھانوی قدس سرہ کی تصنیفات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت اور اسے صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کرنے کا منصوبہ بنایا ہے یہ کتاب اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے حضرتؒ نے اس کتاب میں اللہ تعالےٰ کے احکامات کے پس پردہ مصالح اور منشائے ایزدی کو شرح صدر سے بیان فرمایا ہے جو مسلمان اغوائے شیطانی کے تحت شبہات اور توہم میں گرفتار ہو کر اسلام کے احکامات کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں ۔ ان کے شبہات کا تشفی بخش جواب اس کتاب میں بحمد اللہ تعالےٰ موجود ہے وضو کے اسرار سے لے کر جملہ ارکان اسلام اور ان کے لوازمات کی عقلی مصلحتیں کھول کھول کر کتاب زیر نظر میں بیان کی گئی ہیں غرض دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے ہم تمام مسلمانوں سے اس کتاب کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں ۔

(۲)

دنیوی زندگی اُخروی زندگی کے مقابلے میں بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہے

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ - لاہور

اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی طلب میں ضائع ہو گئی

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ پ۱۶ سورۃ الکہف آیت ۱۰۳ – ۱۰۴)

ترجمہ! کہہ دو کیا میں تمہیں بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھوئی گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ اچھے کام کر رہے ہیں ——

قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہوں گے جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے تھی اور جس میں آخرت کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا - محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں کو بڑی معراج سمجھتے رہے - ان کی کمائی تعلق باللہ توڑنے سے رائگاں گئی - اس پر غضب یہ کہ وہ اس کو نیکو کاری سمجھے ہوئے ہیں یہ جہل مرکب اور مرضِ لا دوا ہے جس کا نتیجہ موت روحانی یعنی دارین کی خسارت ہے انسان کو اگر برائی کا احساس ہو تو امید ہے کہ کبھی نہ کبھی راہِ راست پر آ جائے گا اس کے برعکس اگر احساس ہی جاتا رہا تو پھر راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں رہتی

اس سے زیادہ کونسی نقصان کی صورت ہے کہ عمر چند روزہ جو سعادت جاودانی حاصل کرنے کے لئے ملی تھی اس کو شقاوت جاودانی کے حاصل کرنے میں صرف کر دیا یہ کوتاہ نظر جو قیامت کا انکار کرتے ہیں تو محض اس وجہ سے کہ لذائذِ دنیا میں ایسے مدہوش ہیں جیسے لڑکے کھیل کود میں مصروف ہو کر اصل مقاصد سے غافل ہو جاتے ہیں - جس طرح کھیل کود میں وقت ضائع کرنے پر افسوس ہوتا ہے یہی حال دنیا کا ہے اور دارِ آخرت باقی اور ابدی ہے وہاں کے لذائذ بھی باقی اور ابدی ہوں گے - قرآن کریم میں دین کے ساتھ کہیں بھی دنیا کے مال و متاع کی مطلوبیت کا نام نہیں لیا گیا - دین کو ہی بالذات امر فرمایا ہے - ایک جگہ بھی ایسی نہ ملے گی جہاں بالذات دنیا کی رغبت دلائی گئی ہو -

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے پہاڑ کے مقابلہ میں تنکا

زندگی کے ایک پلڑے میں اگر معاش کو رکھا جائے اور دوسرے میں معاد کو تو معاش کا وزن اتنا حقیر ہو جاتا ہے کہ پہاڑ کے مقابلہ میں تنکے کا مسئلہ بھی نہیں رہتا - ہزاروں سال کی زندگی کے مقابلے میں ایک سیکنڈ یا پل بھر کی زندگی کے بناؤ بگاڑ کے مسائل کو جو لباط ہو سکتی ہے - آخرت کی نہ ختم ہونے والی ابدی اور غیر فانی زندگی کے سامنے ساٹھ ستر سو دو سو یا عمر نوحؑ کی اتنی بھی نہیں ہو سکتی — اسلام کی نظر میں تو دنیا کی اس زندگی کے مسائل - - - - - - تو نہ ہی مسائل ہیں جن کا دامن بالواسطہ یا بلا واسطہ کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی درجے میں آخرت سے بندھا ہو خدا اور آخرت کو درمیان سے نکال دینے کے بعد آدم کے بچوں کے مرنے جینے کا مسئلہ پھر کسی بنیاد پر مکھیوں مچھروں یا حشرات الارض کے مقابلے میں جو لاکھوں کروڑوں کی ان گنت تعداد میں ہر وقت مرتے جیتے رہتے ہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے - جو لوگ حیات آخرت کے مقابلے میں حیات دنیا کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور ترجیح دیتے اور رشب و روز دنیا کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی ورغلا کر دنیا کی محبت میں پھنسا دیتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں -

عقیدۂ آخرت کی ضرورت

عقیدۂ آخرت ہر زمانے میں سارے انبیاء پیش کرتے آئے ہیں اس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے لازمی شرط ہے - تمام نبیوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو اس کا انکار کرے کیونکہ اس عقیدے کے بغیر خدا اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں کو ماننا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے اور انسان کی ساری زندگی خراب ہو جاتی ہے آخرت کا اقرار یا انکار انسان کی زندگی میں فیصلہ کن اثر رکھتا ہے انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ ہر کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ اس کے نفع یا نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے کرتا ہے -

دنیا میں خیر و شر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہیں فضیلت اور رذیلت کی جنگ پوری شدت سے جاری ہے جس میں غلبہ اکثر بدی اور رذیلت کو ہوتا ہے لیکن حساس دل اور بیدار ضمیر اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ نیکی ہمیشہ بدی سے مغلوب رہے گی پھر خدائے عادل کے وجود پر ایمان بھی ہو تو انسان کا ضمیر ضرور اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ خیر و شر کا کوئی نہ کوئی انجام ہونا چاہیئے جس کی گنجائش اگر اس محدود دنیا میں اور اس مختصر زندگی میں نہیں ہے تو لامحالہ اس کا ظہور ایک دوسری دنیا میں ہو گا - آخرت کے عقیدے کے تصور کے بغیر دنیا میں نیک عمل کا تصور ممکن ہی نہیں

آخرت کا یقین مذہب کے لئے ایک بنیادی پتھر ہے ساری ایمانی عمارت اسی کے سہارے کھڑی ہے اس کا خیال اگر دل سے نکال دیا جائے تو ساری عمارت دھم سے گر پڑتی ہے - قرآن کریم میں جا بجا اُخروی زندگی کی طرف توجہ دلائی گئی جب تک حیات اُخروی کا یقین نہ ہو حیات دنیوی انسانیت کے دائرے میں رہ ہی نہیں سکتی نیکی اور بدی میں تمیز ہی ختم ہو جاتی ہے -

غفلت انسان کی سرشت میں داخل ہے

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سی مصیبتیں انسان کے لئے اس قدر جگر دوز اور زہرہ گداز ہوتی ہیں کہ انسان ان کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے لیکن جب وقت آتا ہے اور مصیبت سر پر آ کھڑی ہوتی ہے تو کچھ دیر تک متحیر رہ کر اور کچھ دیر تک رو دھو کر اور فغاں سنجی کر کے آگے بڑھ جاتا ہے اور جس وقت

باقی بر ۱۸

بقیہ:- اداریہ

فوجی امداد دے کر بلا وجہ معاملہ کو طول دے رہا ہے چنانچہ اس کی یہ روش پاکستانی عوام کے ذہنوں میں امریکہ کے خلاف سوالیہ کا نشان بن کر ابھر رہی ہے۔ ہمارا نظریہ ہے کہ اگر امریکہ صدق دلی سے کوشش کرے اور وہ بھارت پر پورا زور دے تو مسئلہ کشمیر فوری طور پر حل ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ بھی غنیمت ہے کہ پاک وچین تعلقات نے امریکہ کو تشویش میں ڈال دیا ہے اور وہ اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے کسی حد تک کوشش ضرور کر رہا ہے۔

انسان کو پر لگنے والے ہیں

— الجمعیۃ دہلی —

ایک امریکی سائنس دان نے دہلی کے ایک ہوٹل میں اخباری نمائندوں سے بات چیت کی اور انہیں بتایا کہ دس سال کے اندر انسان اس قابل ہو جائے گا کہ پرندوں کی طرح اڑ سکے۔ انہوں نے کہا کہ اس پرواز کے لئے ایک خاص سوٹ استعمال میں لایا جائے گا اور پشت پر ہلکی سی مشین ہوگی اور انسان پرندوں کی طرح اڑنے لگے گا۔ انہوں نے ہوٹل کی کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک شخص اس کھڑکی سے پرواز کر کے چند گھنٹوں میں بمبئی اور کلکتہ پہنچ سکے گا۔

اگر یہ ایجاد دس سال کے اندر مکمل ہو گئی اور انسان پرندوں کی طرح پرواز کرنے لگا تو ٹریفک کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور ریلوں اور بسوں کی بھیڑ بھاڑ بھی ختم ہو جائے گی۔ ریلوں میں صرف وہی لوگ سفر کیا کریں گے جن کے ساتھ کچھ بھاری سامان ہو گا ورنہ عام طور پر لوگ سوٹ پہن کر اپنے گھر ہی سے اڑ کر جہاں چاہیں گے جا سکیں گے۔ ہمیں اس وقت برطانوی فلسفی سی، ای، ایم جوڈ کی یہ بات یاد آ گئی کہ ایک ہندوستانی فلسفی (غالباً رابندر ناتھ ٹیگور) نے ان سے کہا تھا آپ لوگوں نے پرندوں کی طرح اڑنا اور مچھلیوں کی طرح پانی میں تیرنا سیکھ لیا ہے لیکن افسوس ہے کہ آپ لوگ زمین پر چلنا نہ سیکھ سکے! اگر واقعی دس پندرہ سال میں انسان پرندوں کی طرح اڑنے لگا تو مہذب دنیا کو ٹیگور کی بات کا جواب دینا ہو گا۔ موجودہ دور کی صنعت اور سیاست نے انسان کو نیم حیوان تو بنا ہی دیا ہے۔ کیونکہ وہ طیاروں کے ذریعہ پرواز کرتا اور تحت البحر کشتیوں کے ذریعہ سمندر میں تیرنے لگا ہے اور جب وہ محض ایک سوٹ پہن کر پرندوں کی طرح پرواز کرنے لگے گا تو اس کی حیوانیت سو فیصد مکمل ہو جائے گی اور وہ زمین پر چلنا بھول جائے گا۔ ہم ایجادات کے مخالف نہیں ہیں۔ سائنس جوں جوں ترقی کرے گی نئی نئی ایجادیں ظہور میں آتی رہیں گی لیکن جس بات کا ڈر ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو انسان سے پناہ نہ مل سکے گی اور انسانیت عنقا ہو کر رہ جائے گی۔ آئندہ انسانی قدروں کا جو حشر ہونے والا ہے اس کا نمونہ آج ہماری نظروں میں ہے سائنس نے انسان کو انسانیت سے نکال کر مشین بنا دیا ہے اور اس مشین نے ان تمام جذبات کو پیس کر غبار بنا دیا ہے جن کے مجموعہ سے آدمی کو انسان بننے کا موقعہ ملا ہے۔ سائنس اور سیاست انسان کی پونجی میں سے کچھ نہ چھوڑیں گی اور ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی - - - - - کو تو کیا۔ بیٹا اپنے باپ کو ذبح کرنے میں تامل نہیں کرے گا۔ اور ماؤں کو جوتیوں میں مسلنا ایک فیشن بن جائے گا اور یہ ممکن نہیں کہ سائنس اور سیاست کا گٹھ جوڑ ختم ہو اور ان کی ملاوٹ انسانی خون کو ارزاں نہ کر سکے اب آئندہ انسان پرندہ بن کر پرواز کرنے والا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے لئے زمین پر قدم رکھنا وحشیوں اور جانوروں کی علامت قرار پائیگا

بقیہ - مجلس ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہا کرو حضورؐ خود روزانہ کم از کم ۷۰ مرتبہ استغفار پڑھا کرتے تھے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ روزانہ ۲، ۳ سو مرتبہ استغفار پڑھا کرو اور اس میں زیادتی بھی کرتے رہو۔

۵۔ جو صدقہ دیتا رہتا ہے۔ خدا اسے شرف قبولیت سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ پانچ چیزیں عطا فرمائے اور نیک اعمال کرنے کی ہمت دے۔ اور خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خدام الدین کو پڑھیئے

بقیہ:- بچیوں کے لئے

جو تمہاری ہم عمر، ہم مزاج ہوں اور جن میں اخلاق ومحبت کی قدریں موجود ہوں، اسی طرح وہ اجتماعی اور اقتصادی معیار میں تم سے بلند نہ ہوں۔

(۸) اپنے اوقات کو تعلیم اور فرصت کے مابین تقسیم کر لو اس لئے کہ زندگی محض کام یا محض کھیل کا نام نہیں ہے، اس بات کی پوری کوشش کرو کہ اپنی فرصت کے اوقات کو کسی مفید کام میں لگاؤ جس میں تمہارے مستقبل کا خیر مضمر ہو اور تم آئندہ ایک بہتر گھریلو سرپرست بن سکو۔ مثلاً سینے پرونے یا عمدہ کھانے پکانے کے طریقے سیکھو، یا اسی طرح کی اور دوسری ضروری چیزیں جن سے تم کو سابقہ پڑنے والا ہے۔

(۹) اپنی صحت کا بڑا خیال رکھو، اس کے لئے اچھی غذا اور آرام کا اہتمام کرو۔ اس لئے کہ تندرستی ہی پر علم وفن کا دارو مدار ہے

(۱۰) ہمیشہ میرے پاس خط لکھا کرو اور اپنے دل کے احساسات کو ظاہر کرنے میں کوئی عار نہ سمجھو، دوسرے لوگوں کے ساتھ سچائی اور صاف گوئی کا معاملہ رکھو، مجھ سے بھی اپنی کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو، کہ میں تمہاری وہ مہربان ماں ہوں جس نے تم کو اپنے پہلو میں رکھ کر سلایا ہے اور تمہارے غموں کا مداوا تلاش کیا ہے، اس لئے یقین رکھو میں تم کو ہر بات میں مخلصانہ مشورہ دوں گی اور راستہ کے کانٹوں سے تم کو ہمیشہ بچاتی رہوں گی، تمہارا مجھ سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ کوئی اور نہیں سکتا۔ والسلام — تمہاری ماں

بچیوں کے لئے

پیاری بیٹی

ثریّا ہمدانی مصر

مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ ہمیشہ نیا تعلیمی سال شروع ہونے کے موقعہ پر تم کو مبارک باد دیا کروں اور اس طرح تم سے مخاطب ہوا کروں : نیا سال مبارک ہو، اللہ تمہیں خوش اور بامراد رکھے

اس سال ہائی اسکول کے امتحان میں کامیابی پر تمہیں ہزاروں مبارک باد، آج میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے جبکہ میں اپنے پرانے خوابوں کو شرمندہ تعبیر ہوتا ہوا دیکھ رہی ہوں، اور دیکھ رہی ہوں کہ تم کس شان سے اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے یونیورسٹی میں داخلہ لے رہی ہو، اور تم میری زندگی کی ایک قیمتی تمنا کو پوری کر رہی ہو جس کے لئے ہم نے پوری جدوجہد کی، اللہ کا شکر ہے اور ہزار شکر ہے کہ اس نے ہماری کوششوں کو کامیابی کا سہرا پہنایا، تم کو علم کی دولت دے کر، اور مجھے تمہارا نگراں اور سرپرست بنایا۔

تم کو یاد ہوگا کہ ہم ہر نئے تعلیمی سال کے موقعہ پر ایک دوسرے سے ایسی باتیں کیا کرتے تھے جس میں سراپا محبت واخلاص، خیر خواہی اور اطاعت شعاری کے ملے جلے جذبات ہوتے تھے، تمہارے سامنے میں اپنے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ دہراتی تو تم بے پناہ محبت اور تابعداری کے جذبے سے سنتی تھیں، اور تم آخر میں یہ کہا کرتی تھیں، امی جان! آپ کے یہ الفاظ میری زندگی کے لئے مشعلِ راہ ہیں اور میرے لئے وہ زادِ سفر ہے جس سے میں کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتی

آج پھر ایک نیا تعلیمی سال شروع ہونے والا ہے لیکن تم میری نگاہوں سے بہت دور، ایک ایسے شہر میں ہو، جہاں سے صرف تمہارے دل کی دھڑکنیں تو میں سن سکتی ہوں مگر تمہاری صورت دیکھنے سے میں قاصر ہوں، یہ طویل فاصلہ، یہ لمبی مسافت! سوچتی ہوں تو بے قرار ہو جاتی ہوں، لیکن یہ سب کچھ تمہارے اس علم کی راہ میں گوارا ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے تم ہم سے جدا ہوئی ہو، آؤ آج پھر ہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کچھ سرگوشیاں کریں، شاید میرے دل کا بوجھ اس طرح کچھ ہلکا ہو جائے اور تم کو بھی اس سے کچھ فائدہ پہنچے - چند باتیں لکھ رہی ہوں

(۱) اپنے دین واخلاق پر پوری طرح قائم رہو، میں نے تم کو بچپن سے اللہ کی اطاعت اور اس کے خوف کا درس دیا ہے اور دین کے احکام پر جمے رہنے کی تعلیم دی ہے، اس لئے ایسا نہ ہو کہ اس نئی زندگی کے مشاغل اور پڑھنے لکھنے کے کاموں میں تم منہمک ہو کر اللہ تعالےٰ کے احکام اور اس کے دین کی باتوں سے غافل ہو جاؤ زندگی کے طویل اور پرپیچ راہوں میں دین سے بہتر کوئی اور رفیق نہیں ہے یاد رکھو۔

(۲) حق اور بلندی کے معاملہ میں اپنے اصول اور اعلیٰ قدروں کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، میں نے ہمیشہ تم کو ایک حساس دل رکھنے والی لڑکی پایا جو خیر اور بھلائی کو اس لئے اپناتی رہی کہ وہ اس کے نزدیک سب سے بڑی انسانی قدر ہے، اور جو برائیوں سے اس لئے نہیں بچتی تھی کہ اس کو کسی سزا کا خوف نہ تھا بلکہ صرف اس لئے کہ اس کا حساس ضمیر اس پر کسی طرح آمادہ نہ تھا

(۳) اپنے اختیارات اور کاموں میں اعتدال کی راہ پر قائم رہو، اس لئے کہ اس طرح کی طالب علمانہ زندگی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ کسی دباؤ اور اثر کے بغیر بہت زیادہ سنجیدہ رہے، تم جانتی ہو کہ بہتر کام وہی ہے جو اعتدال کے حدود میں رہ کر کیا جائے۔

(۴) لباس اور کپڑوں کے معاملہ میں حیادار بن کر رہو، اس لئے کہ اگر تمہارا لباس عریاں ہوا تو اس سے تمہاری شخصیت، تمہارے ماحول اور تربیت کا بہت غلط اثر پڑے گا اور ایسی صورت میں لوگ تمہاری طرف ایسی باتیں منسوب کرنے لگیں گے جو تمہارے اندر نہیں ہوں گی - اسی طرح اگر تم حد سے زیادہ حیادار اور ضرورت سے زیادہ شرمیلی بن گئیں تو لوگ تم پر جہالت اور بے وقوفی کا الزام رکھنے لگیں گے۔

(۵) اپنا احترام تم خود کرو، اور اپنے ضمیر کو محاسب اور نگراں بناؤ اس لئے کہ یونیورسٹی کی زندگی تمہارے لئے بالکل ایک نئی زندگی ہے، یہاں مخلوط تعلیم کا رواج ہے جس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ایک ہی بنچ پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، ان کے بہت اجتماعی ثقافتی اور کھیل کود کے کام مخلوط ہی طور پر انجام پاتے ہیں، یہاں کی یہ مخلوط زندگی اس اسکولی زندگی سے بہت مختلف ہے جس کی چہار دیواری میں رہ کر استانیوں کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی ہے اور جہاں دور سے دور تک لڑکے اور لڑکیوں کے براہِ راست اختلاط کا پتہ نہ تھا لیکن آج تمہاری زندگی کا وہ نقشہ نہیں ہے یہاں چار دیواری اور استانیوں کی نگرانی نہیں ہے، یہاں تمہارا ضمیر ہی وہ چہار دیواری اور تمہاری اخلاقی قدریں وہ استانیاں ہیں جن کی سرپرستی اور حفاظت میں تم رہ سکتی ہو۔

(۶) کبر وغرور سے بہت دور رہو لڑکی کا حسن جس قدر تواضع میں ہے کبر اور غرور میں ہرگز نہیں ہے اور جہاں کبر زندگی میں داخل ہوا تمام دوست اور ساتھی ساتھ چھوڑ بیٹھتے ہیں اور وہ ان کا مرکزِ نفرت وحقارت بن کر رہ جاتی ہے، اس کے سوا کبر ناکامی کی سب سے بڑی علامت ہے

(۷) طریق سے پہلے رفیق کا انتخاب کرو اور انھیں لڑکیوں کو سہیلی بناؤ

باقی بر صد ۱۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین لاہور
چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء